ماھنامہ

حکمت بالغہ

ستمبر 2007

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس: 0092-47-7628361

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ www.hamditabligh.net پر حکمت بالغہ کے تمام شمارے دستیاب ہیں

فرمان خداوندی

سورۃ واقعہ (41-74)

وَاَصحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصحٰبُ الشِّمَالِ

اور بائیں ہاتھ والے (افسوس) بائیں ہاتھ والے کیا (ہی عذاب میں) ہیں

فِی سَمُوُمٍ وَّ حَمِیُمٍ

(یعنی دوزخ کی) لپٹ اور کھولتے ہوئے پانی میں

وَّظِلّ مِّنُ یَّحمُوُمٍ

اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں

لَا بَارِدٍ وَّلَا کَرِیُمٍ

(جو) نہ ٹھنڈا (ہے) نہ خوشنما

اِنَّھُمُ کَانُوُا قَبلَ ذٰلِكَ مُترَفِیُنَ

یہ لوگ اس سے پہلے عیش نعیم میں پڑے ہوئے تھے

وَکَانُوا یُصِرُّوُنَ عَلَی الُحِنُثِ الُعَظِیُمِ

اور گناہ عظیم پر اڑے ہوئے تھے

وَکَانُوُا یَقُوُلُوُنَ اَئِذَا مِتُنَا وَکُنَّا تُرَاباً وَّعِظَاماً ءَ اِنَّا لَمَبُعُوُثُوُنَ

اور کہا کرتے تھے کہ بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے اور ہڈیاں

(ہی ہڈیاں رہ گئے) تو کیا ہمیں پھر اٹھنا ہوگا؟

اَوَ اٰبَآؤُنَ الُاَوَّلُوُنَ

اور کیا ہمارے باپ دادا کو بھی؟

قُلۡ اِنَّ الۡاَوَّلِیۡنَ وَالۡاٰخِرِیۡنَ

کہہ دو کہ بے شک پہلے اور پچھلے

لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ اِلٰی مِیۡقَاتِ یَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ

(سب) ایک روز مقرر کے وقت پر جمع کئے جائیں گے

ثُمَّ اِنَّکُمۡ اَیُّهَا الضَّآلُّوۡنَ الۡمُکَذِّبُوۡنَ

پھر تم اے جھٹلانے والو گمراہو

لَاٰکِلُوۡنَ مِنۡ شَجَرٍ مِّنۡ زَقُّوۡمٍ

تھوہر کے درخت کھاؤ گے

فَمَالِـُٔوۡنَ مِنۡهَا الۡبُطُوۡنَ

اور اسی سے پیٹ بھرو گے

فَشٰرِبُوۡنَ عَلَیۡهِ مِنَ الۡحَمِیۡمِ

اور اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے

فَشٰرِبُوۡنَ شُرۡبَ الۡهِیۡمِ

اور پیو گے بھی تو اس طرح جیسے پیاسے اونٹ پیتے ہیں

هٰذَا نُزُلُهُمۡ یَوۡمَ الدِّیۡنِ

جزا کے دن یہ ان کی ضیافت ہوگی

نَحۡنُ خَلَقۡنٰکُمۡ فَلَوۡلَا تُصَدِّقُوۡنَ

ہم نے تم کو (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا ہے تو تم (دوبارہ اٹھنے کو) کیوں سچ نہیں سمجھتے ؟

اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا تُمۡنُوۡنَ

دیکھو تو کہ جس (نطفے) کو تم (عورتوں کے رحم میں) ڈالتے ہو

ءَاَنۡتُمۡ تَخۡلُقُوۡنَهٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡخٰلِقُوۡنَ

کیا تم اس (سے انسان) کو بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں؟

نَحۡنُ قَدَّرۡنَا بَیۡنَکُمُ الۡمَوۡتَ وَمَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِیۡنَ

ہم نے تم میں مرنا ٹھہرا دیا ہے اور ہم اس (بات) سے عاجز نہیں

عَلٰیٓ اَنۡ نُّبَدِّلَ اَمۡثَالَکُمۡ وَنُنۡشِئَکُمۡ فِیۡ مَالَا تَعۡلَمُوۡنَ

کہ تمہاری طرح کے اور لوگ تمہاری جگہ لے آئیں اور تم کو

ایسے جہاں میں جس کو تم نہیں جانتے پیدا کر دیں

وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ النَّشۡاَۃَ الۡاُوۡلٰی فَلَوۡ لَا تَذَکَّرُوۡنَ

اور تم نے پہلی پیدائش تو جان ہی لی ہے۔ پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟

اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا تَحۡرُثُوۡنَ

بھلا دیکھو تو کہ جو کچھ تم بوتے ہو

ءَاَنۡتُمۡ تَزۡرَعُوۡنَہٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ

تو کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟

لَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنٰہُ حُطَامًا فَظَلۡتُمۡ تَفَکَّہُوۡنَ

اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کر دیں اور تم باتیں بناتے رہ جاؤ

اِنَّا لَمُغۡرَمُوۡنَ

(کہ ہائے) ہم تو مفت تاوان میں پھنس گئے

بَلۡ نَحۡنُ مَحۡرُوۡمُوۡنَ

بلکہ ہم ہیں ہی بے نصیب

اَفَرَءَیۡتُمُ الۡمَآءَ الَّذِیۡ تَشۡرَبُوۡنَ

بھلا دیکھو تم کو جو پانی تم پیتے ہو

ءَاَنۡتُمۡ اَنۡزَلۡتُمُوۡہُ مِنَ الۡمُزۡنِ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡزِلُوۡنَ

کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرتے ہیں؟

لَوۡنَشَآءُ جَعَلۡنٰہُ اُجَاجًا فَلَوۡ لَاتَشۡکُرُوۡنَ

اگر ہم چاہیں تو ہم اسے کھاری کر دیں پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟

اَفَرَءَیۡتُمُ النَّارَالَّتِیۡ تُوۡرُوۡنَ

بھلا دیکھوتو جو آگ تم درخت سے نکالتے ہو

ءَ اَنۡتُمۡ اَنۡشَاۡتُمۡ شَجَرَتَہَاۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡشِـُٔوۡنَ

کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرتے ہیں؟

نَحۡنُ جَعَلۡنٰہَا تَذۡکِرَۃً وَّ مَتَاعًا لِّلۡمُقۡوِیۡنَ

ہم نے اسے یاد دلانے اور مسافروں کے برتنے کو بنایا ہے

فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الۡعَظِیۡمِ

تو تم اپنے پروردگار بزرگ کے نام کی تسبیح کرو

حرف آرزو

او غافل مسلمان اپنی خودی پہچان!

امت مسلمہ آج جس ’’حال‘‘ میں ہے اس سے ’’مستقبل‘‘ کا دھندلا سا خاکہ بنانا اور خیالات کے سکرین پر دیکھنا کوئی پیچیدہ اور مشکل عمل نہیں ہے بلکہ ہر ذی شعور انسان اور ملت کا درد رکھنے والا شخص یہ کام بآسانی کرسکتا ہے بلکہ ہر نئے آنے والے دن کے روح فرسا اور دل ہلا دینے والے واقعات اسے تسلسل سے بار بار ایسا سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

امت مسلمہ کرّہ ارض پر کوئی تنہا اجتماعیت نہیں ہے اور نہ اس دنیا میں کوئی فکری، عملی، تدبیری اور تذویراتی خلا ہے جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں بلکہ 650 کروڑ انسانوں میں 130 کروڑ انسان مسلمان امت کہلاتے ہیں اور یوں کہا جاسکتا ہے کہ ہر پانچواں شخص مسلمان ہے یا ایک مسلمان کے پہلو بہ پہلو چار یکسر مختلف، متضاد بلکہ معاندانہ نظریات رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔

پھر غور فرمایئے کہ ـــــــــــــ یہ غیر مسلم افراد کئی اعتبارات سے اسلام دشمنی اور مسلم کشی کے نظریات میں باہم متفق اور متحد ہیں وہ دنیا پر چھائے ہوئے ہیں اور یوں اس ’چار کے ٹولے‘ میں گھری ’ایک‘ امت مسلمہ علم، فن، ٹیکنالوجی، جنگی ساز وسامان، دنیاوی ترقی آسودگی اور تہذیب وتمدن میں بھی اس ٹولے کے ہم سر اور ہم پلہ نہیں ہے اور عددی لحاظ سے بھی کسی برابری اور WEIGHTAGE کی حامل نہیں ہے۔ اس غیر مسلم گروہ کے سرخیل عیسائی مذہب کے پیروکار ہیں اور ان کے اوپر ایک نہایت چھوٹی اقلیت یہود ہیں جو مسلم کشی اور اسلام دشمنی میں ہر قسم کے جبر واکراہ کے طریقے استعمال کر کے خوش اور مطمئن ہیں۔

ان حالات اور اس SCENARIO میں مطابقت ، موافقت اور CO-EXISTANCE کی ایک شکل یہ ممکن ہے کہ غیر مسلم دنیا ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ کر اپنی 80% عددی قوت اور تقریباً 85% وسائل کے ساتھ خود اپنے نظریات اور خیالات میں مگن ہو جائے اور امت مسلمہ کے ساتھ ایک طرح کی عدم تعاون اور NEGLECT کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہو جائے شاہد اس طرح مسلمان اپنے حال میں مگن رہ کر وقتی طور پر کوئی سکون اور اطمینان حاصل کر سکیں اور اس کے زعماء و مقتدر حضرات سر جوڑ کر بیٹھیں اور اپنے مستقبل کی کوئی تدبیر کر سکیں اور سر گرم عناصر قوم کی تعمیر میں لگ کر جذبہ عمل اور ایمان کی آبیاری کر کے قوم کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر سکیں ۔ مگر شاید ان خطوط پر سوچنا غیر مسلم دنیا کو منظور ہی نہیں ہے ۔

اگر ایسا ہو جاتا تو یہ مسلم دنیا کے لئے تو جو ثمرات اور نتائج لاتا وہ لاتا شاید مغرب کی ترقی اور اس سے متمتع ہونے کے راستے اور امکانات میں بھی اضافہ ہو جاتا اور شاید آئندہ ربع یا تہائی صدی نہایت اطمینان سے پوری گلوب پر اپنی ''انانیت'' کا ڈنکا بجاتا اور خدائی کے تحت سجاتا ۔

لیکن ــــــــــــ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ عملاً دنیا کی 80% آبادی اور 85% سے زیادہ وسائل کا حامل یہ انسانی گروہ عالم اسلام سے خائف ہے اور اسے اپنی ہر میدان کی برتری بھی دنیا میں مسلمانوں کی موجودگی ہی سے ''بے لذت'' اور ''بے کیف'' سی محسوس ہوتی ہے اس کی حقیقت کچھ یوں ہے ۔

☆ یہ بات نا قابل تردید ہے کہ اس وقت غالب اقوام کا ''ٹولہ'' 80% افرادی قوت اور بے پناہ وسائل کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کے بھی ایک معتد بہ حصہ کو اپنے زیر اثر لا چکا ہے

☆ اقوام غالب کی سائنسی ترقی اور ٹیکنالوجی کی کامیابیوں کی فہرست بہت طویل ہے ۔ کرّہ ارض کے چپے چپے کے بارے میں اور گھر گھر کے بارے میں معلومات کے ساتھ وہ فضا میں بھی عام انسانی تخیّل سے کہیں آگے کمندیں ڈال رہے ہیں ۔

☆ تباہ کن جنگی ہتھیاروں میں لیزر ٹیکنالوجی نے انقلاب برپا کر دیا ہے ۔ مزید بر آں کیمیکل ہتھیار، جراثیمی ہتھیار، زہریلی گیس وغیرہ نے غیر مسلم دنیا کی اس بالا دستی کو برتری کا سامان مہیا کر دیا ہے ۔

☆ اس پر مزید ________ معلومات کی فراہمی اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی کے بارے میں موبائل فون، الیکٹرانک میڈیا اور کمپیوٹر نے انسان کو ورطہءِ حیرت میں ڈال دیا ہے۔

ذرائع آمدورفت کی ترقی نے واقعی دنیا کو ایک گاؤں کی شکل دے دی ہے۔ رقوم کی ترسیل اور حصول اب اپنی ہی ایک جیب سے دوسری جیب میں ڈالنے کی طرح آسان ہے اس ہمہ گیر بالا دستی کے باجود غیر مسلم دنیا یہ باور کرتی ہے کہ!

(1) موجودہ عالمی تہذیب اعلیٰ اخلاقی اصولوں اور تعلیمات سے عاری ہے۔

(2) یہ تہذیب اپنے پھیلاؤ اور استحکام کے لئے انسان کے حیوانی اور منفی جذبات کو ابھارتی ہے بلکہ اس کی طرف توجہ دلا کر انسان کا ہر طرح سے بے رحمانہ استحصال کر رہی ہے۔

(3) یہ تہذیب اور اس کے اعلیٰ کارپرداران کے پاس چاہے کاروباری مذاکرات ہوں یا صلح جنگ کے باہمی تعاون کے مذاکرات ہوں یا علم کے حصول اور پھیلاؤ کی تدابیر کسی حال میں کوئی مثبت دلیل اور علمی اور اخلاقی جواز نہیں ہے بلکہ دوسرے فریق اور کمزور اقوام کو منوانے کے لئے دھونس، دباؤ، تہذیبی برتری اور سب سے بڑھ کر علاقے کے نائٹ کلب، عریانی اور فحاشی کے مراکز کی سیر شراب اور عورت ہی موثر ذریعہ ہے۔

(4) یہ تہذیب چاہے کسی نام سے دوسرے ممالک میں کام کرے UNO کے نام سے ہو یا NGO,s کے نام سے، انسان کی بنیادی جبلتوں کی تسکین کے مواقع عام کرنا ان کا مقصد اولین ہے۔

(5) اور سب سے بڑھ کر یہ عالمی تہذیب ظاہری رکھ رکھاؤ اور ظاہری بناؤ سنگھار کے سوا کچھ نہیں ہے علامہ اقبال فرما گئے۔

ع چہرہ روشن اندرون چنگیز سے تاریک تر

یا یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

یا ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت

احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

اس ظاہری رکھ رکھاؤ سے ہی انسان دھوکا کھا کر اس کا فریفتہ ہو جاتا ہے۔

(6) آخری اور سب سے اہم یہ کہ ________ عالمی تہذیب اپنے غلبہ کے باوجود مسلمانوں کے اعلیٰ اخلاق، اعلیٰ اصولوں، بلند پایہ نظریات، اعلیٰ انسانی قدروں اور کامل انسانی فلاح کے پروگرام سے اس قدر مرعوب ہے کہ وہ اس کی موجودگی ہی کو اپنی موت تصور کرتی ہے اور اس کو اپنی کامیابی مسلمانوں کے (اس مغلوبیت کے دور میں بھی) اپنے تراثِ علمی اور اعلیٰ نظریات کے خزانے کو نیست و نابود کرنے میں ہی نظر آتی ہے۔

چنانچہ ________ اس کا MOTTO درج ذیل چند جملوں میں پوشیدہ ہے جو شاید پہلے بھی آپ نے کبھی سنے ہوں۔

☆ اسلام کو چھپاؤ ورنہ یہ ساری دنیا میں پھیل جائے گا۔

☆ اسلام کی تعلیمات سے دنیا کو متنفر کر دو اور پیغمبر اسلام ﷺ کی کردار کشی کرو۔

☆ قرآن مجید کو دنیا سے غائب کر دو یا کم از کم متنازع بنا دو تا کہ آسمانی ہدایت کا کوئی SOURCE روئے زمین پر باقی نہ رہے اور اعلیٰ اخلاق کا درس دینے والی کوئی کتاب انسان کی دسترس میں نہ ہو۔

☆ مسلمانوں اور مسلمانوں کی تہذیب (جو شرم و حیا اور ستر و نکاح کے تصورات سے مستعار ہے) کو ختم کر دو۔

اپنے اس پروگرام میں غالب اقوام کس حد تک کامیاب ہوتی ہیں یہ مستقبل ہی بتائے گا تاہم آج عالم اسلام اس عالمی استعماری ترقی یافتہ حیوانی تہذیب کے جنگل میں بری طرح پھنسا ہوا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ

☆ ہم مسلمان ________ جاگیں اور اپنی خودی اور اپنی حقیقت کو پہچانیں

چشم اقوام سے پوشیدہ ہے حقیقت تری

زندہ رکھتی ہے دنیا کو حرارت تیری

☆ اور ـــــــــــــــــ اپنے دینی ورثہ اور قرآن وحدیث کو پڑھیں اور اس سے رہنمائی حاصل کریں اپنے ماضی کی روشنی میں حال کو دیکھیں اور مستقبل کا نقشہ بنائیں۔

☆ مصور پاکستان اور عالمی نظام خلافت اسلامی کے نقیب علامہ اقبال کے کلام کا مطالعہ کریں۔

ؔ اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق ومغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

ؔ عطا بندۂ مومن کو پھر درگاہ حق سے ہونے والا ہے
شکوہ ترکمانی ذہن ہندی نطق اعرابی

ؔ آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

ؔ شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

ؔ وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

ؔ تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈھ کر اسلاف کا قلب وجگر

ؔ جانتا ہے جس پہ روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنہ فردا نہیں اسلام ہے

ؔ جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآن نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں

ؔ عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں

ان حالات میں امت مسلمہ کو بیدار ہونا چاہیئے اور اپنی منزل عالمی نظام خلافت کے حصول میں ہر مسلمان کو اپنا حصہ ڈالنا چاہیے اس بیداری کے لئے قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا ہی واحد موثر ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے اسی سے ایمان میں اضافہ ہوگا۔اسی سے مستقبل کی راہیں کھلیں گی اور انسان کے اندر باطنی بصیرت پیدا ہوگی جس سے مسلح ہوکر غالب مغربی تہذیب کو زیر کر کے ہم سرخرو ہوسکیں گے۔

وما ذالك على الله بعزيز

ماہ صیام
اور
ہماری ذمہ داریاں

رمضان المبارک کی عظمت

عظمت صیام وقیام رمضان

رمضان المبارک تزکیہ اور تربیت کا مہینہ

روزہ کی عبادت۔۔۔حکمت ومقاصد

رمضان اور ہم

مصرفیات ماہ صیام۔۔۔۔اور جہاد

رمضان اور قرآن

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ

(ماہ صیام) رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن (اوّل اوّل) نازل ہوا

هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِنَ الۡهُدٰی وَالۡفُرۡقَانِ ج

جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں

اور جو (حق اور باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے

فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡیَصُمۡهُ ط

تو جو کوئی تم میں سے اس مہینہ میں موجود ہو چاہئے

کہ پورے مہینہ کے روزے رکھے

وَمَنۡ كَانَ مَرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ط

اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (رکھ کر) ان کا شمار پورا کرلے

یُرِیۡدُ اللّٰهُ بِكُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِكُمُ الۡعُسۡرَ ز

اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا

وَلِتُكۡمِلُوا الۡعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰكُمۡ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ

اور یہ (آسانی کا حکم) اس لئے (دیا گیا) کہ تم روزوں کا شمار پورا کرلو اور اس احسان

کے بدلے کہ اللہ نے تم کو ہدایت بخشی ہے تم اس کی کبریائی بیان کرو اور اس کا شکر کرو

روزے کی عبادت
حکمت و مقاصد

تحریر: عمران این حسین
ترجمہ و تلخیص: ڈاکٹر احمد افضال

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے ہر ایک کی حیثیت ایک چرواہے کی ہے' اور ہر ایک سے اس کی بھیڑوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ بدقسمتی سے آج شمالی امریکہ میں مسلمانوں کے ایسے چرواہے پیدا ہو گئے ہیں جو اپنی بھیڑوں کی حفاظت کرنے کے بجائے انہیں خود بھیڑیوں کے آگے ڈال رہے ہیں۔ یہ ہمارے وہ رہنما ہیں جو اپنی بے علمی کے باجود اجتہاد کر کے بینک کے سود کو حلال قرار دیتے ہیں۔ مسلم دنیا میں صورت حال اس سے بھی زیادہ سنگین ہے' جہاں بھیڑوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری خود بھیڑیوں کے ہاتھوں میں آگئی ہے! رمضان اور صوم سے متعلق یہ مضمون اس امید کے ساتھ لکھا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کے قائد اور رہنما اسے غور سے پڑھیں گے اور یہ ان کے لئے صحیح طرز عمل کو واضح کرنے کا باعث بنے گا۔ ان شاءاللہ۔

آج امتِ مسلمہ کی حالت زار ایک انتہائی کمزور شخص کی سی ہے جس کے بدن پر جا بجا بڑے بڑے زخم ہوں اور جن سے مستقل خون رس رہا ہو۔ کشمیر، فلسطین، بوسنیا اور دوسرے خطوں میں مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک ہوا ہے اور ہو رہا ہے وہ ہماری اجتماعی کمزوری اور بے بسی کا عکاس ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان ان حالات پر کڑھتے ہیں لیکن ہمارے قائدین اور مقتدر افراد کو اپنے آرام و آسائش سے ہی فرصت نہیں ہے۔ دوسری طرف قرآن کا حکم ہے۔

کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ ''قوت'' فراہم کریں تا کہ اللہ کے دشمنوں کو خوف زدہ اور مرعوب کیا جا سکے۔ (الانفال 60:8)

تا کہ ظالموں کے خلاف جنگ کی جا سکے (الحج 22:39-41)

اور تا کہ مظلوموں کی دادرسی ممکن ہو سکے (النساء 75:4)

''قوت'' کو حاصل کرنے اور برقرار رکھنے کی بدولت ہی وہ حالات پیدا ہو سکیں گے جنکی بدولت غیر مسلموں کے لئے اسلام کی سچائی مبرہن اور واضح ہو گی (الانفال 8 : 7-8)
سوال یہ ہے کہ امت مسلمہ اپنی کمزوری اور بے بسی سے کیونکر نجات پائے؟ وہ اس ''قوت'' کو کس طرح دوبارہ حاصل کرے جس کے حصول کا قرآن حکیم حکم دے رہا ہے؟ غور طلب امر یہ بھی ہے کہ قرآن کی رو سے ''قوت'' کیا ہے اور کس طرح حاصل ہوتی ہے؟ کیا مال و دولت اور اسباب و وسائل سے ''قوت'' کا حصول ممکن ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو قریش کی فوج بے سروسامان مہاجرین سے بدر کے معرکے میں شکست نہ کھاتی اور نہ ایک سپر پاور کی کیل کانٹے سے لیس افواج کو ویت نام میں ذلت آمیز ہزیمت کا سامنا کرنا پڑتا۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ مال و دولت' اسباب و وسائل اور اسلحے کی فراہمی فی الواقع ''قوت'' کے حصول کیلئے نہایت اہم ہیں' لیکن انہیں ''قوت'' کی اساس نہیں کہا جا سکتا۔ اصل میں ''قوت'' تو آزادی' علم' اخلاقی اقدار' ایمان' اتحاد' بھائی چارے' نظم اور صالح قیادت ہی کی بدولت حاصل ہو سکتی ہے۔

آج امت مسلمہ اپنے فیصلے خود کرنے کی آزادی سے بھی محروم ہو چکی ہے' لیکن سیاسی و معاشی آزادی کے حصول سے پہلے ایک باطنی قسم کی آزادی کا حصول لازم ہے۔ ایک مشہور حدیث قدسی کی رو سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا''۔ یہ نکتہ جتنا سادہ ہے اسی قدر اہم اور زوردار بھی ہے کہ اگر ہم خاص اللہ کے لئے روزہ رکھنا سیکھ لیں تو اس کی برکت سے صرف اللہ کے لئے جینے کی راہ بھی ہم پر کھلتی چلی جائے گی۔ فی الحقیقت وہی مسلمان صحیح معنوں میں آزاد ہے جو صرف اللہ کے لئے زندگی گزارتا ہے' جس کے اعمال و افعال کے پیچھے صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے' اور جسے اللہ کے معاملے میں دنیا اور دنیا والوں کی تنقید یا ملامت کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ رمضان کے روزے کی بدولت ایک مسلمان میں اخلاص کی یہ کیفیت پیدا ہو سکتی ہے جو اس کی باطنی آزادی کا سبب بنتی ہے' اور یہ باطنی یا حقیقی آزادی ہی آگے چل کر پوری امت کے لئے سیاسی و معاشی آزادی کی راہ کھولتی ہے جو ''قوت'' کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے۔

بد قسمتی سے آج ہمارے درمیان ایسے مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے جو سیکولرازم کے زیر اثر رمضان کے روزوں کے ضمن میں لاتعلقی اور بے اعتنائی کی روش اختیار کرتے ہیں، اور جو اکثر بیشتر روزہ رکھنے کو ضروری ہی نہیں سمجھتے ایسے مسلمانوں کو جان لینا چاہئے کہ لادینیت کی بنیاد پر قائم معاشرے کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے اثر اور دباؤ کی وجہ سے حق و باطل، حلال و حرام، اور معروف و منکر کے درمیان فرق و امتیاز کرنے کی صلاحیت رفتہ رفتہ کم ہو کر بالآخر مٹ جاتی ہے، یہاں تک کہ لوگوں کے اذہان سے یہ تصور بھی محو ہو جاتا ہے کہ بعض افعال ''گناہ'' ہیں، لادین معاشرے میں اللہ کا کلام نہیں بلکہ خود انسان اور اس کی خواہشات مرکزی اہمیت اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ وہ انجام ہے جو امریکہ میں یہودیت اور مسیحیت کو پیش آ چکا ہے، اور جس کا اب اسلام اور مسلمانوں کو بھی سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے لئے ناگزیر تھا کہ ان کے مذاہب لادینیت کے سیلاب میں بہہ جاتے، کیونکہ انہوں نے اللہ کی عطا کردہ سچائی کو مسخ کر دیا تھا۔ لیکن مسلمانوں کے پاس اس ضمن میں کوئی عذر نہیں ہے، اس لئے کہ قرآن کی حفاظت کا وعدہ خود اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، نیز اس کی بنیاد پر ایک مقدس معاشرے کی تشکیل کا پورا نمونہ بھی حضورﷺ کی سنت میں موجود ہے اگر ہم سیکولرازم کی جاہلیت جدیدہ میں گم ہو کر اپنا تشخص نہیں کھونا چاہتے تو لازم ہے کہ ہم ہر وقت یہ حقیقت اپنے پیش نظر رکھیں کہ اسلام عالم انسانیت کے سامنے زندگی اور تمدن کا ایک متبادل نمونہ رکھتا ہے۔ ایک ایسا مقدس نمونہ جو سیکولر نمونے کے برعکس عالم غیب اور ماورائی حقیقتوں سے ماخوذ ہے روزے کی عبادت ہمارا تعلق اس ماورائی عالم کے ساتھ استوار کرتی ہے اور اسی تعلق کی بدولت ہماری مادی اور عالم غیب کی مقدس دنیا کے مابین ہم آہنگی جنم لیتی ہے مقدس زندگی وہ ہے جو صرف اللہ کی رضا کے لئے بسر کی جائے یہ وہ زندگی ہے جسے اختیار کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، اور یہی راستہ ''قوت'' کے حصول کا راستہ ہے قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر روزہ رکھنا فرض کر دیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا۔ امید ہے کہ اس سے تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو گی''۔ (البقرہ: 183)

یعنی روزے کی عبادت ہمیشہ سے مذہبی طرز حیات کا لازمہ رہی ہے، اور اس کا مقصد

تقویٰ یا خدا ترسی کا حصول ہے۔ تقویٰ ہی وہ کسوٹی ہے جس سے ہم روزے کی افادیت کو جانچ سکتے ہیں۔ اگر روزے کی بدولت کسی شخص میں تقویٰ پیدا ہو رہا ہے تو گویا روزے کی عبادت سے اصل مقصود حاصل ہو رہا ہے' لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کہیں نہ کہیں سیدھے اور صحیح راستے سے انحراف کیا گیا ہے۔ اگرچہ آج دنیا کے مسلمانوں کی اکثریت روزوں کی پابندی کرتی ہے' تاہم بڑی تعداد میں مسلمان ایسے بھی ہیں جو رمضان کے روزے نہیں رکھتے۔ اس کی وجہ مغربی تہذیب اور مادہ پرستانہ طرز فکر کا اثر ہے' کیونکہ جدید ذہن تقویٰ یا خدا ترسی کو سرے سے کوئی اہم یا مطلوب شے سمجھتا ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ روزہ اس لئے نہیں رکھتے کہ یہ ان کی پیشہ ورانہ مصروفیات میں خلل ڈالتا ہے' یا وہ لوگ جدید تمدن کی آسائشوں کے اتنے عادی ہو گئے ہیں کہ کسی قسم کی مشقت جھیلنے کے لئے خود کو تیار نہیں پاتے۔ ایسے مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے واضح احکام کی خلاف ورزی کر کے ''اسلام''یعنی اطاعت و فرمانبرداری کے دائرے سے تجاوز کر رہے ہیں۔

تقویٰ کی ایک جہت اخلاقی ہے اور دوسری روحانی۔ اخلاقی لحاظ سے تقویٰ کا اظہار اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اوامر ونواہی کی پابندی سے ہوتا ہے۔ اخلاقی اقدار کے بارے میں عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ ''قوت'' کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے۔ امت مسلمہ کی ''قوت'' کا اظہار سب سے پہلے غزوۂ بدر (17 رمضان) کے موقع پر ہوا' اور یہی وہ رمضان تھا جس سے متصلاً قبل روزے کی فرضیت کا حکم نازل ہوا تھا۔ یہ بات روز روشن کی طرح ہم پر واضح ہو جانا چاہئے کہ رمضان کے روزوں کا ایک بڑا مقصد مسلمانوں میں ''قوت'' پیدا کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آغاز وحی کے 14 برس بعد فرضیت صوم کے احکام نازل ہوئے یعنی عین اس موقع پر جب جنگوں کا آغاز ہونے والا تھا۔ روزے کی بدولت اخلاقی اقدار استوار ہوتی ہیں اور پروان چڑھتی ہیں' اور ''قوت'' کا دارومدار انہیں اخلاقی اقدار پر ہے کسی قوم کی اخلاقی صحت ہی اس کی بقا' استحکام اور نشوونما کی ضامن ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن بار بار مثالیں دے کر بتاتا ہے کہ اخلاقی زوال کے نتیجے میں کس طرح اقوام ہلاک ہو جاتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزے کی عبادت قومی استحکام اور ایک صحت مند معاشرے اور تمدن کی تعمیر کے لئے بھی بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اخلاقی اقدار صرف

مذہب ہی کی بدولت پیدا ہوسکتی ہیں' لادینیت میں اخلاقی اقدار کو پیدا کرنے اور پروان چڑھانے کی صلاحیتیں نہیں ہیں۔ جدید قومی ریاست کی بنیاد سیکولرازم اور وطنی قومیت پر رکھی گئی ہے' یہی وجہ ہے کہ ایسی ریاست میں مذہب ایک طاقتور اخلاقی داعیہ کی حیثیت سے معاشرے کی تشکیل میں اپنا کردار ادا نہیں کر پاتا۔ دوسری طرف قومی ریاست کے لئے یہ امر محال ہے کہ وہ وطنیت کی تنگ نظری سے ماوراء ہو کر مطلق اخلاقی اقدار کے تصور کو قبول کرے' کیونکہ اس کے لئے اسے تمام نوع انسانی کی وحدت اور اخوت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔

تقویٰ کی ایک روحانی جہت بھی ہے جس کا دارومدار ماورائے حواس حقائق پر ہے۔ سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قرآن کی واقعی اور نتیجہ خیز ہدایت سے وہی افراد فیضیاب ہو سکتے ہیں جنہیں تقویٰ کی دولت حاصل ہو۔ تقویٰ کے اجزائے ترکیبی میں سب سے پہلی شے غیب پر ایمان ہے' پھر اقامتِ صلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ' قرآن مجید اور گزشتہ صحیفوں پر ایمان' اور آخر میں آخرت پر مکمل یقین ـــــــــــ معلوم ہوا کہ تقویٰ کا انحصار بنیادی طور پر اس حقیقت کو ماننے پر ہے کہ اس مادی دنیا کے سوا جس میں ہم رہتے ہیں ایک اور عالم بھی ہے جو ہمارے حواس کی گرفت سے ماوراء ہے۔ ہماری یہ دنیا عارضی اور فانی ہے' جبکہ یہ عالم غیب یا ماورائی دنیا مستقل اور پائیدار حقیقتوں کی مظہر ہے۔ ہماری دنیا ایک روز ختم ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ پھر ایک دوسرا عالم پیدا کرے گا جہاں تمام انسانوں کے اعمال کا حساب کتاب اور پھر انہیں ان کی جزاء وسزا ملے گی۔ تقویٰ کا دارومدار اس حقیقت کو سمجھنے پر بھی ہے کہ ''دین'' ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے' تمام آسمانی صحیفوں اور تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ خود ''الحق'' ہے' اور اس کی ذات واحد اور احد ہے' اس لئے سچائی بھی صرف ایک ہی ہوسکتی ہے۔ دین کی وحدت کا مطلب یہ ہے کہ ہم سچائی کا احترام کریں خواہ وہ کسی بھی گروہ سے ہمیں حاصل ہو۔ تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی موجودہ زندگی کو آخرت کی فلاح کے لئے بسر کرے۔ دوسرے لفظوں میں اللہ کیلئے زندگی بسر کرے! قرآن حکیم کی رو سے قربانی کے جانوروں کا گوشت اور خون اللہ تک نہیں پہنچتا بلکہ انسانوں کا تقویٰ اللہ تک پہنچتا ہے۔ یعنی دین کی اصل روح تقویٰ ہے' اور روزے کی بدولت ایک انسان دین کی روح تک رسائی حاصل کرتا ہے۔

اس سے پہلے کہ انسان کا تقویٰ اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ سکے، نفس انسانی کو ایک ایسی راہ طے کرنا پڑتی ہے جو اسے درجہ بدرجہ جسمانی سے اخلاقی اور اخلاقی سے روحانی منزلوں پر پہنچاتی ہے۔ پہلا مرحلہ حیوانی تقاضوں پر قابو پانے کا ہے، جسے قرآن کی اصطلاح میں ''نفس امّارہ'' کہا گیا ہے۔ روزے کی عبادت اس مقصد کے لئے خاص طور پر ممد ثابت ہوتی ہے جب اس ضبط نفس کے نتیجے میں انسان اپنے حیوانی تقاضوں کو پس پشت ڈال کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اسے اپنے گناہوں کا شدید احساس بھی پریشان کرنے لگتا ہے اس مرحلے کو قرآن نے ''نفسِ لوّامہ'' کی اصطلاح سے تعبیر کیا ہے۔ اس کے بعد جب تزکیہ اور تطہیر کا عمل آگے بڑھتا ہے تو انسان کے اندر تقویٰ پروان چڑھنے لگتا ہے۔ یہ روحانی کمال کا مرحلہ ہے جسے قرآن میں ''نفسِ مطمئنہ کہا گیا ہے۔

مذاہب کی تاریخ گواہ ہے کہ انسان کا دنیا سے منہ موڑ کر حقیقت مطلقہ کی طرف متوجہ ہو جانا ہی تمام مذاہب کا بنیادی مقصد رہا ہے۔ قرآن اس رویئے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا کہ ہم دنیا سے بالکل کٹ کر اللہ سے لو لگالیں۔ اس کے برعکس، قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ دنیا اور اس کی ہر شے مقدس اور متبرک بن جاتی ہے بشرطیکہ ہم آخرت کی فلاح کو اپنا مقصد بنالیں۔ ایک مومن سے تقاضا کیا جاتا ہے کہ وہ دنیا میں بھرپور طریقے سے زندگی گزارے اور کامیابی کے حصول کے لئے پوری کوشش کرے۔ دنیا اور آخرت کے درمیان کوئی بنیادی تضاد نہیں ہے بشرطیکہ انسان دنیا کی زندگی کو آخرت کے لئے گزارنا سیکھ لے لیکن آخرت کے لئے جینا اسی صورت میں ممکن ہے جب انسان اپنی فطرت میں موجود ''راہبانہ'' داعیہ کو ایک حد تک پروان چڑھالے۔ یہ شے ہمیں روزے کے ذریعے حاصل ہوسکتی ہے جس میں ہم مقررہ اوقات کے اندر حلال چیزوں سے بھی اپنے نفس کو روک لیتے ہیں۔

روزے کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے، اور تقویٰ وہ شے ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ جاتا ہے۔ دوسری طرف قرآن وہ رسی ہے جو اللہ اور بندے کے مابین تنی ہوئی ہے رمضان ہی میں وہ رات یعنی لیلۃ القدر بھی ہے جس میں قرآن نازل ہوا اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ قرآن کی ہدایت سے فائدہ اٹھانے کی بنیادی شرط تقویٰ ہے روزے اور قرآن کا قریبی تعلق ان حقائق پر غور کرنے سے

بخوبی واضح ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں تلاوت قرآن اور خصوصاً قیام اللیل میں قرآن پڑھنے اور سننے پر خاص زور دیا گیا ہے۔ روزہ گزشتہ انبیاء کی شریعتوں میں بھی فرض کیا گیا تھا' اور قرآن کی رو سے گزشتہ صحیفوں میں آج بھی ''نور'' موجود ہے۔ تاہم یہود و نصاریٰ کے لئے یہ ممکن نہیں رہا ہے کہ وہ روزے رکھ کر وحی آسمانی کی تلاوت کر سکیں' اس لئے کہ ان کی آسمانی کتابیں اپنی اصل حالت اور اصل زبان میں موجود ہی نہیں ہیں۔ آج صرف قرآن حکیم ہی واحد آسمانی کتاب ہے جو اپنے اصل عربی متن کے ساتھ محفوظ ہے۔

مکہ سے مدینہ ہجرت کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے دو اقدامات کئے جن کا براہ راست تعلق مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کے تعلقات سے تھا۔ اولاً آپؐ یروشلم کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے جو یہودیوں اور عیسائیوں کا قبلہ تھا' اور ثانیاً آپؐ نے یہود کے ساتھ تورات کے قانون کے مطابق روزے رکھنا شروع کئے (یاد رہے کہ یہود کے ہاں سحری نہیں کھائی جاتی)۔ ہمارا اندازہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے ان اقدامات سے اہل کتاب کو اس امر کا قائل بنانا مقصود تھا کہ آپؐ بھی وہی تعلیم لے کر تشریف لائے ہیں جن کی انبیائے بنی اسرائیل تبلیغ فرماتے رہے تھے۔ واللہ اعلم! ہجرت کے بعد پورے 17 مہینے اس حال میں گزرے یہاں تک کہ یہودیوں کے ربّی اور عالم حضرت عبداللہ بن سلامؓ ایمان لے آئے' اور یہی یہود مدینہ کے لئے فیصلے کی گھڑی تھی۔ بجائے اس کے کہ وہ تورات کی پیش گوئیوں کے مطابق حضور ﷺ کو نبی موعود تسلیم کرتے' انہوں نے محض اس لئے انکار کر دیا کہ حضور ﷺ کا تعلق بنی اسرائیل سے نہیں بلکہ بنی اسمٰعیل سے تھا۔ اس کے بعد سے یہود کے دل کا حسد اور غصہ مسلمانوں کے خلاف ان کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی شکل میں کھل کر سامنے آنے لگا۔

شعبان 2ھ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبدیلی قبلہ کا حکم نازل ہوا' اور اس کے فوراً بعد رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے' جن کی تفصیلات شریعت موسویؑ کے روزوں سے مختلف تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کی راتوں میں تعلق زن وشو کو جائز قرار دیا اس اجازت کی بدولت ایک خالص جسمانی اور حیوانی معاملے میں بھی روحانیت کا عنصر شامل ہوجاتا ہے دنیا میں بالعموم جنسی داعیہ کی تسکین کو اعلیٰ روحانی مقامات کے حصول میں رکاوٹ سمجھا گیا ہے' لیکن اسلام نے رمضان

جیسے مہینے میں بھی اسے جائز رکھا ہے جب کہ انسان کی روحانی نشو ونما پورے عروج پر ہوتی ہے اسی سے اسلام کا فلسفہ ازدواج بھی ہمارے سامنے آتا ہے۔ جس کی رو سے جنسی خواہش اور شریعت کی حدود میں اس کی تسکین بجائے خود مقدس اور متبرک بن جاتے ہیں، اور مرد وزن کا تعلق جسمانی اور روحانی تسکین ہی نہیں بلکہ حقیقت مطلقہ تک پہنچنے کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے چنانچہ حضورﷺ کے ارشاد ''میرے لئے تین چیزیں محبوب بنائی گئی ہیں: ''عورت' خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے'' کی ابن عربی نے یہی توجیہ پیش کی ہے۔ ملاحظہ ہو ''فصوص الحکم''۔

رمضان کے مہینے میں اللہ تعالیٰ نے مریضوں اور مسافروں کو یہ رعایت عطا فرمائی ہے کہ وہ دوسرے دنوں میں روزے رکھ کر شمار پورا کر لیں۔ اس رعایت کی وجہ سے احکام شریعت میں میانہ روی' آسانی' اور عملیت پسندی کا عنصر شامل ہو گیا ہے۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ اگر مذہبی احکام میں انسانوں کی عملی مجبوریوں اور کمزوریوں کا لحاظ نہ رکھا جائے تو ایسا مذہب اپنی کشش کھو دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن اس ضمن میں کہتا ہے کہ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے' مشکل اور دشواری نہیں چاہتا دوسری طرف وہ افراد جو بہت بڑھاپے یا کسی مستقل بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے کے قابل نہ رہے ہوں ان کے لئے یہ راستہ کھولا گیا ہے کہ وہ روزے کے کفارے کے طور پر غرباء کو کھانا کھلائیں۔ اس حکم سے روزے کی معاشرتی جہت ہمارے سامنے آتی ہے۔

رمضان وہ مہینہ ہے جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر سب سے زیادہ مہربان ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث کی رو سے اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق حضور اکرمﷺ بھی رمضان المبارک میں خاص شفقت اور رحمت کا اظہار فرماتے تھے۔ اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ انفاق کرنا رمضان کی روح کا تقاضا ہے۔ روزہ اس وقت فرض کیا گیا جب مسلمان ہجرت کے بعد ایک منظم امت کی شکل اختیار کر چکے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ ایک فرد کا ذاتی معاملہ ہی نہیں بلکہ اس کے ذریعے معاشرے کے غریب اور کمزور طبقات کی حالت کو بہتر بنانا بھی مقصود ہے۔

قرآن کے مطابق ایک مسلمان کے ہاتھوں دوسرے مسلمان کے قتل خطا کا کفارہ ایک

مومن غلام کو آزاد کرنا' اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو دو مہینے تک روزے رکھنا مقرر کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ غلاموں کو آزاد کرنا بھی اسی نوعیت کا روحانی عمل ہے جس طرح روزہ رکھنا' یہی وجہ ہے کہ دونوں کو برابر رکھا گیا ہے۔ غلاموں کی آزادی کی ترغیب وتشویق دے کر اور اس عمل کو بہت بڑی نیکی اور روحانی فعل قرار دے کر اسلام نے غلامی کے ادارے کو اس انداز میں ختم کیا جس کی بدولت آزاد شدہ غلاموں کا معاشرے میں جذب ہونا ممکن ہوا۔ امریکہ میں غلامی کو ختم ہوئے ایک صدی بیت چکی ہے' لیکن آزاد ہونے والے غلاموں کی اولاد آج بھی امریکی معاشرے کے مرکزی دھارے میں شامل نہیں ہو سکی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں غلامی کے خاتمے کا اصل جذبہ محرکہ معاشی تھا نہ کہ روحانی یا اخلاقی، اسی طرح کا معاملہ ہندوستان میں ذات پات کے نظام کی وجہ سے پایا جاتا ہے۔ عیسائیت اور ہندومت دونوں مذاہب میں روزے اور احترام آدمیت کے درمیان کوئی تعلق موجود نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان مذاہب کے پیروکاروں کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ روزے سے حاصل ہونے والی روحانی قوت کو انسانوں کی معاشرتی حالت بہتر بنانے میں استعمال کر سکیں۔ اسلام کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ایک مذہبی اور ذاتی فعل یعنی روزے کا تعلق خدمت خلق اور انسانی حریت ومساوات کے ساتھ قائم کر کے روحانی قوت کو وسیع معاشرتی بہبود کے لئے استعمال کیا ہے۔

27 رجب حضور اکرم ﷺ کی معراج کی تاریخ ہے' اور 27 رمضان کی رات لیلۃ القدر ہے۔ ان دو راتوں کے درمیان کا عرصہ روحانی اعتبار سے خاص اہمیت کا حامل ہے جس میں اجتماعی روحانیت کا مسلسل ارتقاء ہوتا چلا جاتا ہے' یہاں تک کہ ایک اوسط درجے کے مسلمان کی انفرادی کوشش بھی اس اجتماعی روحانیت کی برکت سے اسے روحانی نشوونما کی راہ پر ڈال دیتی ہے۔

رمضان کے روزے نہ صرف روح بلکہ جسم کے لئے بھی فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔ ان روزوں کی بدولت ہم جسم کی غیر ضروری چربی سے نجات حاصل کر سکتے ہیں' بشرطیکہ سحر اور افطار میں قسم قسم کے مرغن کھانوں کا ضرورت سے زیادہ استعمال نہ کیا جائے۔ قوت کے حصول میں جسمانی صحت اور توانائی کا بھی اہم مقام ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوت کو بادشاہی عطا

کرتے وقت فرمایا تھا کہ وہ اس مقام کے لئے اپنے علم اور جسمانی طاقت کی وجہ سے حقدار بنے ہیں۔(البقرہ:247)۔

اسی طرح انسان کی تخلیقی صلاحیتوں کو بیدار کرنے میں بھی رمضان کے روزے اہم کردار ادا کرتے ہیں ہم روزمرہ کی زندگی میں مقررہ اوقات میں ایک جیسے کام کرتے رہنے کی وجہ سے ایک نوع کی اکتا دینے والی یکسانیت کا شکار ہو جاتے ہیں۔رمضان کے مہینے میں ہمارے کھانے پینے اور سونے جاگنے کے اوقات بڑی حد تک تبدیل ہو جاتے ہیں' یہاں تک کہ ہم اس مہینے میں ایک بالکل مختلف قسم کی زندگی گزارنے لگتے ہیں۔اس تبدیلی کی وجہ سے نہ صرف جسم اور جسمانی نظام کو فائدہ پہنچتا ہے بلکہ ہر انسان میں خفتہ تخلیقی صلاحیتیں بھی ابھر کر سامنے آ جاتی ہیں اور وہ پہلے کے مقابلے میں زیادہ بہتر طور پر نئے خیالات اور نئے تجربات کے لئے اپنے آپ کو تیار پاتا ہے۔

روزے کی بھوک اور پیاس برداشت کرنے کی بدولت ہمیں غرباء کی تکلیف کا ذاتی تجربہ حاصل ہوتا ہے' ہم ان کے لئے زیادہ ہمدردی محسوس کرتے ہیں اور ہمارے دلوں میں خیر کے کاموں اور انفاق کے لئے جذبہ بیدار ہوتا ہے اسی طرح روزے میں ہمارے اندر خوراک کی قدر کا احساس بھی پیدا ہوتا ہے' اور ہم کھانے پینے کے معاملے میں اسراف اور ضیاع کی برائی کو ذاتی تجربے کی بنا پر سمجھنے لگتے ہیں

آج امت مسلمہ کے لئے کرنے کا کام یہ ہے کہ وہ ''قوت'' کو حاصل کرے۔اسی کی بدولت دشمنوں کو مرعوب کرنا' مظلوموں کی دادرسی کرنا' اور اسلام کی حقانیت کو دنیا کے سامنے مبرہن کرنا ممکن ہو سکے گا۔سیرت کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مکی دور میں ''قوت'' کی بنیادیں استوار کی گئیں' یعنی آزادی' علم' اخلاقی اقدار' ایمان' نظم' اخوت اور صالح قیادت' اور اس کی بدولت وہ ''قوت'' حاصل ہوئی جس کی برکت سے مسلمانوں نے بدر میں کفار کو شکست دی۔آج بھی اس امر کی انتہائی شدید ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ مسلمان اس ''قوت'' کو دوبارہ حاصل کریں۔ رمضان کے روزے ہمیں اسی مقصد کے حصول کا راستہ دکھاتے ہیں۔

(بشکریہ ماہنامہ میثاق لاہور جنوری 1997ء)

رمضان المبارک اور ہم

میم سین، کراچی

کہتے ہیں ایک مرتبہ مرزا غالب رمضان المبارک کے دوران ایک کمرے میں اپنے دوستوں کے ساتھ تاش کھیلنے میں مشغول تھے کہ ان کے ایک اور دوست وہاں تشریف لائے اور ازراہ تمسخر مرزا سے کہنے لگے: مرزا ہم نے تو سنا ہے کہ رمضان میں شیطان کو قید کر دیا جاتا ہے۔ مرزا نے فوراً کہا: یہ وہی تو کمرہ ہے جہاں شیطان کو قید کیا جاتا ہے۔ پتہ نہیں کیوں جب یہ لطیفہ ذہن میں آتا ہے تو اسے ملک پر اس کمرے کا گمان ہوتا ہے جہاں مرزا نوشہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تاش کھیل رہے تھے۔ دیکھیئے نا! آج ہی اخبار میں خبر آئی کہ جن اشیاء کی قیمتوں پر حکومت نے رمضان المبارک کے احترام دوران تخفیف کا اعلان کیا تھا وہ یوٹیلیٹی سٹورز سے غائب کر دی گئی ہیں غالباً یہ کام رمضان المبارک کے آغاز سے قبل اس لئے کر لیا گیا ہے کہ رمضان المبارک کے احترام میں فرق نہ پڑے اور یہ رمضان المبارک کا احترام بھی عجیب فریضہ ہے کہا جاتا ہے کہ رمضان المبارک کے احترام میں ویڈیو شاپس بھی بند ہو جانی چاہئیں اور سینما ہال بھی۔ گویا رمضان المبارک کے علاوہ بقیہ مہینوں میں یہ کام جائز ہیں، اور ہاں رمضان المبارک کے احترام میں روزوں کے ساتھ نمازیں بھی خوب خوب پڑھی جاتی ہیں۔ نمازیوں سے بھری ہوئی مسجدوں کو دیکھ کر دل میں یہ تمنا ہوتی ہے کہ کاش یہ مناظر سال کے تین سو پینسٹھ دنوں میں نظر آئیں۔ لیکن افسوس کہ جیسے جیسے عید الفطر قریب آتی جاتی ہے نمازیوں کی تعداد میں بتدریج کمی آتی جاتی ہے تا آنکہ شب قدر کی مبارک ساعتیں آ جاتی ہیں۔ پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی رہتی۔ گویا کہ شب قدر میں چراغ گل ہونے سے قبل بھڑک اٹھتا ہے۔ اس کے بعد یہی رونقیں شاپنگ سینٹرز وغیرہ میں منتقل ہو جاتی ہیں اور کیوں نہ ہوں، عید کی خریداری بھی تو ضروری ہوتی ہے۔ ہماری بہنیں انہی

راتوں کو نئی چوڑیوں اور اسی قسم کی دیگر اشیاء خریدنے میں مصروف نظر آتی ہیں۔ اور وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ کا سماں ہوتا ہے۔

دیکھئے بات کہاں سے کہاں جا پہنچی۔ بات ہو رہی تھی شیطان کے قید کئے جانے کی۔ اور میں نے کہا تھا کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسے غالباً ہمارے ملک میں ہی قید کر دیا جاتا ہے۔ جبھی رمضان المبارک کے دوران اشیاء کی قیمتیں، جو عام دنوں میں آسمان پر جا پہنچتی ہیں، اس سے بھی آگے زہرہ اور مریخ کی بلندیوں کو چھونے لگتی ہیں۔ ذخیرہ اندوزی اور منافع خوری کو رمضان المبارک کی بناء پر تقدس حاصل ہو جاتا ہے۔ اور آپ سے کیا پردہ، ہم بھی کبھی روزوں کو بہلانے کے لئے سینما ہالوں میں منی شو دیکھنے میں مصروف ہو جایا کرتے تھے۔ ہم تو خیر اب اپنی اس حرکت سے باز آ گئے ہیں لیکن اب تو لوگوں کو روزہ بہلانے کے لئے نہ تو سینما ہالوں کا رخ کرنا پڑتا ہے اور نہ ہی ٹکٹ کے لئے قطار میں لگنے اور لوگوں کی دھکم پیل کی مشقت برداشت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پہلے ٹی وی پھر وی سی آر اور اب ڈش انٹینا۔ آخر یہ چیزیں لوگوں کے فائدے کے لئے بنائی گئی ہیں تو کیوں نہ ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ خیر یہ تو بہت عام سی باتیں ہیں۔ ان گنہگار آنکھوں نے تو رمضان المبارک کی راتوں میں وہ مناظر بھی دیکھے ہیں کہ مسلمانوں کے دو گروہ ایک دوسرے پر گولیوں کی بوچھاڑ کر رہے ہیں اور دونوں جانب سے گاہے گاہے نعرہ تکبیر کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ کیا کیا جائے۔ مسلمان اور جہاد و قتال لازم و ملزوم ہیں۔ سقوط بغداد اور سقوط ڈھاکہ کے داغ کو بھی دھونا ہے، اس کے لیے ریہرسل ضروری ہے، سو وہ آپس میں لڑ بھڑ کر کر لیتے ہیں۔ رمضان المبارک کا زمانہ اس ریہرسل کے لئے بہترین ہوتا ہے۔ ایمانی کیفیت پورے عروج پر ہوتی ہے۔ عموماً یہ ریہرسل 17 رمضان المبارک کے بعد کی جاتی ہے۔ اس سے پہلے غزوہ بدر پر اخبارات ضمیمے شائع کرتے ہیں، سیمینار اور کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں۔ رمضان المبارک کے دوران نیکیاں کمانے والوں کا ایک گروہ اور ہوتا ہے۔ یہ رمضان المبارک کے پہلے دو عشروں میں تو کم کم دکھائی دیتے ہیں البتہ آخری عشرے میں یہ انتہائی سرگرم نظر آتے ہیں۔ کوئی ڈھول پیٹ رہا ہوتا ہے تو کوئی اپنی خوش آوازی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ فلمی دھنوں پر یہ 'مذہبی گویئے' (RELIGIOUS SINGERS) لوگوں کو سحری کے لئے بیدار کرنے میں

مصروف ہوتے ہیں اور عیدالفطر کے فوراً بعد ہی یہ بن بلائے مہمان بن کر آپ کے دروازے پر یہ یاد دلانے کے لئے حاضر ہوتے ہیں کہ ہم ان میں شامل تھے جن کی بدولت آپ روزہ رکھنے کے قابل ہوئے۔ اگر ہم نہ ہوتے تو یا تو آپ بغیر سحری کے روزہ رکھتے جس سے دو نقصانات ہوتے۔ اول یہ کہ آپ ایک سنت کی ادائیگی سے محروم رہ جاتے۔ دوسرے دن بھر بھوک کی شدت برداشت کرنی پڑتی۔

قارئین اب ذرا سنجیدگی سے غور فرمائیں کہ یہ اور اس قسم کی دوسری بے شمار قباحتیں جو ہمیں رمضان المبارک کے دوران نظر آتی ہیں آخر کوئی تو سبب ہوگا ان باتوں کا۔ میں تو اتنا سمجھ پایا ہوں کہ دین کا وسیع تر تصور ہمارے ذہنوں سے اوجھل ہو گیا ہے جس کی بناء پر ہمارا دین مذہب بن کر رہ گیا ہے' یعنی عقائد' عبادات اور رسومات کا مجموعہ۔ معیشت' معاشرت اور سیاست تو دین سے خارج کر دیئے گئے ہیں' عقائد مسلکی اور فرقہ وارانہ بنیاد پر استوار ہو گئے ہیں' عبادات کا تصور محدود ہو گیا ہے اور ان رسومات کی بھرمار ہو گئی ہے جن کا دین سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ معیشت کو حلال و حرام کی بنیادوں پر استوار کرنا، معاشرتی حقوق کی ادائیگی اور اللہ کی حاکمیت کی بنیاد پر سیاست کا تصور ہمارے ذہنوں سے محو ہو چکا ہے۔ عوام الناس کو تو یہ باتیں بتائی بھی نہیں جاتیں اور وہ اس آیہ قرآنی کے مصداق بن گئے ہیں ''اور ان میں وہ علم نہ رکھنے والے ہیں جو کتاب کا علم نہیں رکھتے سوائے اپنی تمناؤں کے''۔ (سورۃ البقرۃ 178) انہیں تو تمناؤں میں الجھا کر رکھ دیا گیا ہے

تمناؤں میں الجھایا گیا ہوں
کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

کی کیفیت میں مبتلا عوام الناس جنت میں داخلے کے شارٹ کٹس کی تلاش میں الجھے ہوئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نزول قرآن کے اس مقدس مہینے میں قرآن کا مقصد نزول' اس کی افادیت' اس کا فہم اور اس پر عمل ان پر واضح کیا جائے۔ جبھی استقبال رمضان کا حق ادا ہو سکتا ہے۔

عظمتِ صیام وقیامِ رمضان

ڈاکٹر اسرار احمد

رمضان المبارک کی برکات سے مستفید ہونے اور اس ماہ مبارک کے استقبال کے لئے ذہنی تیاری کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خطبے کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

چشم تصور سے دیکھئے کہ آج سے چودہ سو برس قبل مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جمع ہیں اور ان کے سامنے رمضان المبارک کے بیان کے لئے نبی اکرم ﷺ یہ خطبہ ارشاد فرمارہے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک خطبہ دیا، اس میں ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! تم پر ایک عظمت والا مہینہ سایہ فگن ہورہا ہے''۔۔۔ گویا رمضان کا سایہ شعبان کی آخری تاریخ سے پڑنا شروع ہوجاتا ہے۔ ''یہ مہینہ بڑا بابرکت ہے۔ اس مہینہ میں ایک رات (شب قدر) ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔'' حدیث شریف کے اس ٹکڑے میں قرآن مجید کی سورۃ القدر کی طرف اشارہ ہوگیا:

> ''ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا ہے اور (اے نبی!) آپ کیا سمجھے کہ شب قدر کیا چیز ہے! (یہ) شب قدر (خیر و برکت میں) ہزار مہینوں سے بہتر ہے''۔

خطبہ میں حضور اکرم ﷺ نے آگے ارشاد فرمایا: ''اللہ نے اس مہینہ کا روزہ رکھنا فرض ٹھہرایا ہے اور اس کی رات میں قیام کرنے (یعنی تراویح) کو نفل قرار دیا ہے''۔۔۔ اس بات کو میں آگے چل کر وضاحت سے بیان کروں گا کہ نماز تراویح کی کیا اہمیت ہے، اس کا کیا مقام ومرتبہ ہے، اور پھر یہ کہ رمضان المبارک کی راتوں کے قیام کی اصل روح کیا ہے! اس کا قرآن مجید کے ساتھ ربط وتعلق اور اس کی عظیم ترین افادیت کیا ہے!!! البتہ اس وقت یہ نوٹ کر لیجئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کے اس خطبہ میں الفاظ ہیں۔

جعل الله صيامه فريضة وقيام ليله تطوعا

ظاہر بات ہے کہ قیام اللیل تو ہر شب میں نفل ہے اور اس کی بڑی فضیلت ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ مبارکہ سے صاف متبادر ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں قیام اللیل کی خصوصی اہمیت وفضیلت ہے۔ اگر چہ فرضیت نہیں ہے' لیکن اللہ کی طرف سے اس کا تطوّع اور اس کی مجعولیت ثابت ہے' کیونکہ دونوں کے ساتھ فعل ''جعل الله'' آیا ہے۔ آگے فرمایا: ''جو کوئی بھی اس مہینہ میں نیکی کا کوئی کام کر کے اللہ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنا چاہے گا تو اسے اس کا اجر وثواب اتنا ملے گا جیسے دوسرے دنوں میں کسی فرض کے ادا کرنے پر ملے گا''۔ یعنی مسنون ونفلی نیکی اس ماہ مبارک میں اجر وثواب کے اعتبار سے عام دنوں کی فرض عبادات کی ادائیگی کے مساوی ہوجائے گی۔ ''اور جو کوئی اس مہینہ میں فرض ادا کرتا ہے تو اس کو دوسرے زمانہ کے ستر فرض ادا کرنے کے برابر ثواب ملے گا''۔ گویا اگر ہم اس ماہ مبارک میں ایک فرض نماز ادا کرتے ہیں تو غیر رمضان المبارک کی ادا کردہ ستّر فرض نمازیں ادا کرنے کے برابر ثواب پانے کے مستحق ہوجاتے ہیں ______ آگے فرمایا: ''اور یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا اجر وثواب جنت ہے''۔ اس مہینہ میں ایک بندۂ مؤمن بھوک پیاس برداشت کرتا ہے' جائز طریقہ سے اپنے جنسی جذبہ کی تسکین سے بھی اجتناب کرتا ہے' لوگوں کی کڑوی کسیلی اور ناخوشگوار باتوں پر خاموشی اختیار کرتا ہے' غیبت وزُور سے بچتا ہے۔ یہ تمام کام اور اسی نوع کے نواہی سے بچنا سب صبر کے مفہوم میں شامل ہیں' اور اس صبر کا بدلہ جنت ہے۔ حدیث شریف کا یہ ٹکڑا جہاں اہل ایمان کے لئے بشارت لئے ہوئے ہے وہاں یہ فصاحت وبلاغت کا بھی ایک عظیم مرقع ہے ______ آگے فرمایا: ''اور یہ آپس کی ہمدردی اور دمسازی کا مہینہ ہے''۔ اس لئے کہ جس کسی کو کبھی بھوک پیاس کا تجربہ نہیں ہوتا تو اسے اس بات کا احساس نہیں ہوتا ہے کہ کسی بھوکے پیاسے انسان پر کیا بیتتی ہے' اس مہینہ میں اسے بھی اندازہ ہوجاتا ہے کہ بھوک کسے کہتے ہیں اور پیاس کیا ہوتی ہے! اس طرح یقیناً دل میں انسانی ہمدردی کا ایک جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ آگے فرمایا ''اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن کے رزق میں اضافہ ہوتا ہے'' یعنی اس میں برکت ہوتی ہے آگے ارشاد ہوا: ''جو کوئی اس مہینہ میں

کسی روزہ دار کا روزہ (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے) افطار کرائے گا' اس کے لئے اس کے گناہوں کی مغفرت بھی ہوگی اور اس کی گردن کا آتش دوزخ سے چھٹکارا پالینا بھی ہوگا۔ اور اسے اس روزہ دار کے برابر اجروثواب بھی ملے گا' بغیر اس کے کہ اس (افطار کرنے والے روزے دار) کے اجر میں سے کوئی بھی کمی کی جائے''۔ آپ حضرات کو معلوم ہوگا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان فقراء صحابہ کرام میں سے تھے جن کے پاس اموال واسباب دنیوی نہ ہونے کے برابر تھے اور جن پر عام دنوں میں بھی فاقے پڑتے تھے۔ ان اصحاب کو اتنی مقدرت کہاں حاصل تھی کہ وہ کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا سکتے۔ چنانچہ اسی حدیث شریف میں آگے آتا ہے کہ ''ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں سے ہر ایک کو تو روزہ دار کو روزہ افطار کرانے کی استطاعت نہیں ہے تو کیا ہم اس اجروثواب سے محروم رہیں گے؟'' اس پر حضور نے جو جواب میں ارشاد فرمایا اسے حضرت سلمان فارسی آگے بیان کرتے ہیں: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''یہ ثواب اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی پر یا صرف پانی کے ایک گھونٹ ہی پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے گا ـــــــــ یہاں یہ بات سمجھ لیجئے کہ ہمارے یہاں اس دور میں کھانے پینے کی اشیاء کی جو افراط ہے اس وقت اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس وقت اگر کسی فقراء صحابہ کرام میں سے کسی کو افطار کے لئے کہیں سے کچھ دودھ مل جاتا تھا تو وہ اس میں پانی ملا کر لسّی بنالیا کرتے تھے اور کوئی رفیق ایسا بھی ہو جسے یہ بھی میسر نہیں تو اگر وہ اسے لسی میں شریک کرلے تو اس وقت کے حالات میں یہ بھی بہت بڑا ایثار تھا۔ آگے چلئے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا سلسلہ جاری ہے: '' اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے گا اسے اللہ تعالیٰ میرے حوض یعنی (حوض کوثر) سے ایسا سیراب فرمائے گا کہ (میدان حشر کے مرحلہ سے لے کر بقیہ تمام مراحل میں) اس کو پیاس ہی نہیں لگے گی تا آنکہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ مزید فرمایا: ''اور یہ مہینہ وہ ہے کہ اس کا ابتدائی حصہ یعنی پہلا عشرہ اللہ کی رحمت کا ظہور ہے' اس کا درمیانی حصہ یعنی دوسرا عشرہ مغفرت خداوندی کا مظہر ہے اور اس کا آخری حصہ یعنی تیسرا عشرہ تو گردنوں کو آتش دوزخ سے چھڑا لینے کی بشارت اور نوید سے معمور ہے اور جو کوئی اس مہینہ میں غلام وخادم اور زیردستوں کی مشقت میں

تخفیف اور کمی کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا اور اسے آتش دوزخ سے آزادی کا پروانہ عطا فرمائے گا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ اس حدیث شریف کی رو سے یہ وہ خطبہ مبارکہ ہے جو نبی اکرم نے شعبان کی آخری تاریخ کو ارشاد فرمایا اس سے آپ حضرات کو بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح یہ چاہا کہ لوگ اس عظمت والے اور برکت والے مہینہ سے مستفیض و مستفید ہونے کے لئے ذہناً تیار ہوجائیں۔ اس لئے کہ جب تک کسی شخص کو کسی چیز کی حقیقی قدر و قیمت کا شعور نہ ہو' اس وقت تک انسان اس سے صحیح طور پر اور بھرپور استفادہ کر ہی نہیں سکتا۔

اب آیئے سورۃ البقرۃ کے تیئسویں رکوع کی طرف جو چھ آیات پر مشتمل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اختصار کے ساتھ ان آیات مبارکہ کے بارے میں کچھ عرض کروں۔ سب سے پہلی بات یہ سمجھ لیجئے کہ روزے کے ساتھ یہ خصوصی معاملہ ہے کہ اس سے متعلقہ مضامین، تمام احکام اور اس کی ساری حکمتیں قرآن مجید میں اس مقام پر یکجا ہوکر آ گئی ہیں۔ آپ کے علم میں ہے کہ نماز جو ارکان اسلام کی رکن رکین ہے' جسے حضور اکرم ﷺ نے عماد الدین اور قرۃ عینی فرمایا ہے' اسکا معاملہ یہ نہیں ہے کہ کسی ایک ہی مقام پر نماز سے متعلق تمام تفصیلی احکام بیان کر دیئے گئے ہوں۔ آپ کو نماز کا ذکر قرآن مجید میں متفرق مقامات پر منتشر ملے گا۔ پھر صلوٰۃ کے ساتھ ایتائے زکوٰۃ کا ذکر آپ کو قرآن مجید میں کثرت سے مختلف مقامات پر نظر آئے گا۔ لیکن زکوٰۃ کے نصاب، مقادیر کا تعین اور ادائیگی کی مدت کا ذکر پورے قرآن مجید میں کہیں نہیں ہے۔ اس کے جملہ تفصیلی احکام ہمیں سنت و حدیث شریف میں ملتے ہیں۔ اسی طرح سے حج کا معاملہ ہے۔ لیکن صوم یعنی روزے کا معاملہ یہ ہے کہ اگر کوئی ہمت کر کے ان چھ آیات کو سمجھ لے تو گویا ارکان اسلام میں سے ایک رکن یعنی صوم کے بارے میں جو کچھ قرآن حکیم میں آیا ہے' اس کا علم اسے حاصل ہوجائے گا۔ ان آیات پر براہ راست گفتگو سے قبل ابتداء ہی میں یہ بات بھی جان لیجئے کہ یہ مقام ایک اعتبار سے مشکلات القرآن میں سے ہے اور اس کے ضمن میں مختلف تفسیری آراء ہیں۔ ان میں سے جس رائے پر میرا دل ٹھکا ہے وہ سلف میں بھی موجود ہے اور خلف میں بھی۔ لیکن متداولہ

اردو تفاسیر میں چونکہ عام طور پر اس کا ذکر نہیں ہے' لہٰذا وہ رائے بالعموم نگاہوں سے اوجھل ہے۔ وہی بات اس وقت میں آپ کے سامنے رکھوں گا' لیکن اس کے لئے تمام دلائل دینا اس وقت ممکن نہیں ہوگا کیونکہ اس وقت ان آیات کا مفصل درس پیش نظر نہیں ہے۔ وہ رائے یہ ہے کہ اس رکوع کی پہلی دو آیات رمضان کے روزے سے متعلق نہیں بلکہ ایام بیض کے روزوں سے متعلق ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابتداء میں آپ نے مسلمانوں کو مہینے میں ایام بیض کے تین روزے رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ ایام بیض سے مراد ہیں روشن راتوں والے دن' یعنی چاند کی تیرہویں، چودھویں اور پندرھویں راتوں سے ملحق دن۔ ان تین دنوں کے روزوں سے متعلق ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم کے طور پر ان دو آیات میں آ گئی۔ یہ ایک رائے ہے اور میں اسے ہی بیان کر رہا ہوں۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اس کے علاوہ دوسری آراء بھی ہیں لیکن میرا دل اس پر مطمئن ہوا ہے۔

ان تین دنوں کے روزوں میں جن کی ہدایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی چند رعایتیں بھی رکھی گئی تھیں۔ مثلاً یہ کہ اگر ان تین دنوں میں تم بیمار ہو تو ان کی بجائے کوئی سے اور تین دنوں میں روزہ رکھ لو۔ اگر تم سفر پر ہو تو بعد میں ان کی قضا ادا کر سکتے ہو۔ ایک رعایت مزید تھی۔ اور اس کا تعلق اسلام کی حکمت تشریعی سے ہے کہ لوگوں کو تدریجاً خوگر بنایا گیا ہے اور چونکہ اہل عرب روزے سے واقف ہی نہیں تھے، صوم کی عبادت ان کے لئے غیر مانوس تھی اور حضرت ابراہیم کی طرف منسوب کر کے وہ جن روایات کی پابندی کرتے تھے اور جسے وہ دین حنیف کہتے تھے' اس میں روزہ موجود نہیں تھا' لہٰذا روزہ کی عبادت سے مانوس کرنے کے لئے ابتداء میں یہ رعایت بھی رکھی گئی کہ اگر تم صحت مند ہونے کے باوجود اور مقیم ہونے کے باوصف روزہ نہ رکھو تو ایک مسکین کو کھانا کھلا دو' یہ اس کا فدیہ بن جائے گا۔ اسکے بعد جب رمضان کے روزے والی آیت (آیت نمبر 185) نازل ہوئی تو پہلی دو رعایتیں تو علی حالہ برقرار رہیں کہ اگر کبھی بیمار ہو یا مسافر ہو تو قضا کر سکتے ہو تعداد بعد میں پوری کر لو ________ لیکن وہ جو تیسری مزید رعایت فدیہ ادا کرنے کی تھی وہ ساقط ہو گئی' لہٰذا ارشاد ہوا: ''اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسے کہ یہ فرض کیا گیا تھا ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے۔'' چونکہ عرب کے لوگ روزے کے عادی نہیں

تھے۔تو پہلی بات سمجھانے کے انداز میں یہ فرمائی گئی کہ یہ کوئی نیا حکم نہیں ہے جو تمہیں دیا جارہا ہے بلکہ یہ حکم پہلی امتوں کو بھی مل چکا ہے۔واضح رہے کہ اللہ تعالی کا یہ فرمانا فرضیت کے لحاظ سے ہے کہ روزوں کی تعداد، زمانہ اور آداب وشرائط کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ یہ بات ہم کو معلوم ہے کہ شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور سابقہ انبیاء ورسل کی شرائع میں فرق رہا ہے۔

دوسری بات یہ سمجھائی گئی کہ تمہیں اس مشقت وتکلیف میں ڈال کر اللہ تعالی کو کوئی مسرت حاصل نہیں ہوتی' معاذ اللہ! بلکہ اس میں تمہارے لئے مصلحت مضمر ہے۔اور وہ کیا ہے! ''تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہوجائے'' گویا روزے کی مصلحت ہے تقویٰ۔تقویٰ کے معنی اور مفہوم کو جان لینے سے یہ مصلحت اور حکمت بڑی آسانی سے سمجھ میں آجائے گی۔''تقویٰ'' کے معنی ہیں بچنا۔قرآن مجید نے اس میں اصطلاحی مفاہیم پیدا کئے' یعنی اللہ کے احکام کو توڑنے سے بچنا' حرام سے بچنا' معصیت سے بچنا' یہ تقویٰ ہے۔آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے نفس کے بعض تقاضے بہت منہ زور ہیں مثلاً پیٹ کھانے کو مانگتا ہے،فرض کیجئے کہ کوئی حلال چیز کھانے کو نہیں ہے تو اگر کوئی مسلمان بھوک کے ہاتھوں مجبور ہوجائے تو حرام میں منہ مار بیٹھے گا لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اس میں یہ عادت ڈالی جائے کہ آخری حد تک بھوک پر قابو پانے میں کامیاب رہے۔اسی طرح پیاس کو کنٹرول میں لائے،شہوت کو کنٹرول میں رکھے،ساتھ ہی نفس کی ان خواہشات پر بھی قابو پانے کی مشق حاصل ہو جو دین کے منافی ہوں۔لہٰذا طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور تعلق زن وشو سے کنارہ کش ہونے کی جو مشق کرائی جاتی ہے اس کا حاصل ہے ضبط نفس _______ مقصود یہ ہے کہ ایک بندہ مومن کو اپنے نفس کے منہ زور گھوڑے کے تقاضوں پر قابو پانے اور کنٹرول میں رکھنے کی مشق ہوجائے اور اس کی عادت پیدا ہوجائے۔

صوم کی فرضیت کے حکم کے ساتھ ''لعلکم تتقون'' بظاہر ایک چھوٹا سا فقرہ ہے' لیکن غور وتدبر کیا جائے تو یہ دو لفظی جملہ بڑا ہی پیارا' نہایت عجیب اور بڑی جامعیت کا حامل ہے۔اسکے اندر روزے کی ساری ظاہری وباطنی اور انفرادی واجتماعی فضیلتیں آگئیں۔اور یہ بات روز روشن کی طرح مبرہن ہوگئی کہ روزے کا مقصود حصول تقویٰ ہے' بالخصوص نفس کا تقویٰ۔یعنی اللہ کی محبت کے شوق اور اللہ کی نافرمانی کی سزا کے خوف سے اللہ کے اوامر ونواہی پر استقلال کے ساتھ

مستقیم رہنے کے لئے اپنے نفسِ امارہ کو قابو میں رکھنے کی تربیت اورٹریننگ حاصل کرنا۔اسی کے لئے ہمارے دین کی ایک اورمعروف وجامع اصطلاح ہے''تزکیہ''۔

اب یہاں ایک بات کا اوراضافہ کرلیجئے کہ غیبت،جھوٹ،فحش باتیں،بدزبانی اوردل آزاری وغیرہ قسم کے گناہوں سے بچنے کی قرآن وحدیث میں بڑی تاکید آئی ہے۔لیکن حدیث شریف میں خاص طور پر روزے کی حالت میں ان گناہوں سے بچنے کی تاکید مزید شدت کے ساتھ آئی ہے کہ اگرروزے دار نے ان گناہوں سے اجتناب نہیں کیا تو اس روزے سے سوائے فاقے کے اور کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔اس کے ضمن میں چنداحادیث شریفہ میں ان شاءاللہ آگے بیان کروں گا۔

اگلی آیت کا اغاز جن الفاظ سے ہوتا ہے ان میں اہل ایمان کے لئے تسلی کا سامان ہے کہ گھبراؤنہیں:''گنتی کے چند دن ہی تو ہیں!''۔میں نے ترجمہ میں جو انداز اختیار کیا ہے وہ اس لئے کہ یہاں لفظ ''مـعـدودات'' آیا ہے۔اس وزن پر جمع قلت آتی ہے اور جمع قلت کا اطلاق نو سے کم پر ہوتا ہے اس سے بھی یہ دلیل ملتی ہے کہ یہ ایام بیض کے تین روزوں سے متعلق ابتدائی حکم ہے۔29یا30 دن کے روزے تو'' ایـامـا معدودات'' شمارنہیں ہوسکتے۔پھر اس میں مزید رعایت بیان فرمائی۔:''پھر جوکوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ تعداد پوری کرلے دوسرے دنوں میں''۔آگے فرمایا''اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں(پھر نہ رکھیں) تو ان کے ذمہ (ایک روزہ کا) فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔اس رعایت کا تعلق بھی ایام بیض کے روزوں سے تھا۔آگے تشویش دلائی گئی:''پھر جو اپنی خوشی سے زیادہ نیکی کمائے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے' اس کے معنی یہ ہوئے کہ روزہ بھی رکھو اور ایک مسکین کو کھانا کھلاؤ تو کیا کہنے، یہ نورعلی نوروالا معاملہ ہوگا آگے ارشادفرمایا''اور اگر تم روزہ رکھو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو''۔۔۔اس سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ یہ رعایت خصوصی ہے ورنہ پسندیدہ طرزعمل یہی ہے کہ ایک مسکین کوروزے کے فدیہ کے طور پر کھانا کھلانے کی بجائے خود روزہ رکھو۔

اب آگے اس نوع کی تیسری آیت آتی ہے جو کچھ عرصہ کے بعد نازل ہوئی' لیکن مضمون کی مناسبت سے اس کو اور بقیہ تین آیات کو اسی مقام پر شامل کردیا گیا' جیسے سورۃ المزمل کے

متعلق قرآن مجید کا ہر قاری جانتا ہے کہ یہ مکی سورۃ ہے لیکن اس کا دوسرا رکوع جو صرف ایک آیت پر مشتمل ہے وہ اگرچہ بعد میں مدنی دور میں نازل ہوا لیکن مضمون کی مناسبت سے اسے سورۃ المزمل کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ اسی طریقے سے یہاں بھی زمانی اعتبار سے اگلی آیت اور پچھلی دو آیات میں بُعد ہے لیکن موضوع کی مناسبت سے اسے پہلے حکم کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔

اب اگلی آیت کے مطالعہ کی طرف توجہات کو مبذول فرمائیے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، لوگوں کے لئے ہدایت ورہنمائی بنا کر'' اور یہ ہدایت ورہنمائی بھی گنجلک، مبہم یا پہیلیوں کے انداز میں نہیں بلکہ ''ہدایت کے بڑی روشن اور بہت واضح اور حق و باطل میں فرق وتمیز کر دینے والے کھلے اور مضبوط دلائل کے ساتھ''۔۔۔ یہاں قرآن حکیم کی متعدد شانوں میں سے تین اہم ترین شانیں بیان ہوئی ہیں کہ

(۱) یہ صحیح راہ کی طرف رہنمائی کرنے والی کتاب ہے، یہ الہدیٰ ہے

(۲) یہ بینات پر مشتمل ہے اور

(۳) یہ الفرقان ہے، حق و باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب ہے۔

آگے فرمایا: ''پس جو کوئی بھی تم میں سے اس مہینہ میں موجود ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس ماہ کے روزے رکھے''۔ یہاں کلمہ ''ف'' دونوں جگہ فرضیت کا فائدہ دے رہا ہے اور یہ صوم رمضان کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں ''شھود الشھر'' کے الفاظ نہایت قابل توجہ ہیں، یعنی رمضان کے مہینے کا پالینا۔ یہاں یہ بات جان لیجئے کہ کرۂ ارض پر ایسے منطقے بھی ہیں جہاں چاند شروع مہینہ میں ظاہر ہی نہیں ہوتا۔ جس طرح ایسے خطے بھی ہیں جہاں سورج ہی طلوع نہیں ہوتا یا برائے نام طلوع ہوتا ہے اور وہاں پر گھڑی کے حساب سے نماز ادا کی جاتی ہے۔ لہٰذا وہاں تقویم (جنتری) سے حساب کر کے رمضان کے مہینہ کے روزے رکھنے فرض ہوں گے۔ ''شھود الشھر'' میں یہ بات شامل ہے۔ یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ وہ ایسے الفاظ لاتا ہے جن سے استدلال کر کے ہر منطقے اور خطے کے مسائل کے لئے حل نکالے جا سکتے ہیں۔

اب ایک اور اہم بات پر غور کیجئے کہ روزوں کے لئے کوئی سا بھی مہینہ چنا جا سکتا تھا۔ روزے جس مہینے میں بھی رکھے جاتے ضبط نفس کی مشق کا مقصد پورا ہو سکتا تھا، لیکن ان روزوں

کے لئے ماہ رمضان کا انتخاب کیوں ہوا! اسکا جواب شروع ہی میں دے دیا گیا کہ یہ نزول قرآن کا مہینہ ہے، جس میں دن کے روزے کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام اللیل کوتطوع اور مجعول من اللہ قرار دیا ہے جیسا کہ ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت میں پڑھ آئے ہیں۔اس روایت کوتو امام بیہقی اپنی کتاب ''شعب الایمان'' میں لائے ہیں۔اب ذرا قیام اللیل کی اہمیت کو جاننے کے لئے امت کے دوجلیل القدر ائمہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کی وہ حدیث بھی ملاحظہ کر لیجئے جوان دونون اماموںؒ نے صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے روزے رکھے رمضان میں ایمان واحتساب کے ساتھ، بخش دیئے گئے اس کے تمام سابقہ گناہ۔اور جس نے (راتوں کو) قیام کیا رمضان میں ایمان واحتساب کے ساتھ بخش دیئے گئے اس کے جملہ سابقہ گناہ'' (بخاری ومسلم)

آپ نے دیکھا، صحیحین کی اس حدیث کی رو سے صیام اور قیام بالکل ہم وزن اور متوازی اور مساوی قرار پاتے ہیں! اس حدیث میں ''قــام'' کا جولفظ آیا ہے جس کا ترجمہ میں نے ''راتوں کو قیام'' کیا ہے تو اس کے لئے بطور دلیل میں آپ کو حضرت عبداللہ ابن عمروابن العاص رضی اللہ تعالی عنہما کی حدیث سناتا ہوں جسے امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''شعب الایمان'' میں روایت کیا ہے حضرت عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے۔(یعنی اس بندے کی جودن میں روزے رکھے اور رات میں اللہ کے حضور میں کھڑے ہوکر اس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا!) روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا، آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما (اور اس کے ساتھ مغفرت ورحمت کا معاملہ فرما!) اور قرآن کہے گا کہ میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا، خداوند آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما (اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما) چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اس کے لئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرمادیا جائے گا! اور خاص مراحم خسروانہ سے اس کو نوازا جائے گا)''

اس حدیث شریف سے یہ بات بالکل منقح اور مبرہن ہوگئی کہ حضرت سلمان فارسیؓ کی

حدیث میں جس قیام کا ذکر ہے اس سے اصل مراد اور اس کا اصل مدعا ومنشاء یہی ہے کہ رمضان کی راتیں یا ان کا زیادہ سے زیادہ حصہ قرآن مجید کے ساتھ بسر کیا جائے۔ یقیناً اب آپ لوگ سمجھ لیں گے کہ میری اس رائے کی بنیاد کیا ہے کہ پوری رات قرآن کے ساتھ بسر ہونی چاہئے۔اس حدیث سے نہ صرف یہ مترشح ہوتا ہے کہ افضل عمل یہ ہے کہ رمضان کی پوری رات قرآن مجید کے ساتھ گزرے' بلکہ اس کی رو سے یہ بات وجوب کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔

اب پھر آیت نمبر 185 کی طرف رجوع کیجئے۔ رمضان کے روزے کے لئے حکم آیا کہ ''تم میں سے جو کوئی بھی اس مہینہ میں موجود ہو وہ لازماً اس کے روزے رکھے''۔ چنانچہ اب پورے ماہ کے روزوں کی فرضیت کا حکم آ گیا۔ تاہم ایام بیض کے روزوں کے لئے جو دو رعایتیں تھیں وہ برقرار رہیں: ''اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزے رکھ کر گنتی پوری کرلے'' ______ لیکن وہ رعایت جو ایام بیض کے حکم کے ساتھ دی گئی تھی کہ ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے' اس رعایت کو منسوخ اور ساقط کر دیا گیا۔ تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص حالات میں اس کو برقرار رکھا ہے، جیسے کوئی شخص بہت بوڑھا ہو گیا ہو اور اب اس میں روزہ رکھنے کی بالکل استطاعت ہی باقی نہ رہی ہو، کوئی دائمی مریض ہو جسے اب شفا کی کوئی توقع ہی نہ رہی ہو۔ مثلاً کوئی ٹی بی کی تھرڈ اسٹیج میں ہے یا کوئی ذیابیطس کا دائمی مریض ہے۔ اور اس کے صحت یاب ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔ اسی پر دیگر مختلف عوارض وامراض کو قیاس کر لیجئے۔

ایسے لوگوں کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رعایت برقرار رکھی ہے کہ وہ فی روزہ ایک مسکین کو دو وقت کا پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیں، کھانے کی جگہ اناج کی مقدار اور چند دوسری شرائط کا بھی تعین کیا گیا ہے الغرض خاص حالات میں اس رعایت کو حضور ﷺ نے باقی رکھا ہے۔

اہل سنت کے نزدیک یہ بات اصولاً طے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار ہے کہ آپ قرآن کے خاص کو عام اور قرآن کے عام کو خاص کر سکتے ہیں' قرآن کے حکم پر اضافہ فرما سکتے ہیں اور قرآن کے حکم کی تبیین میں مزید حکم دے سکتے ہیں۔ یہ منکرین سنت کی گمراہی ہے کہ وہ حضور کی سنت اور آپ کے احکام کو دین میں حجت نہیں مانتے۔ حالانکہ بعض احادیث صحیحہ میں بصراحت آیا ہے کہ حضور نے فرمایا: ''یہ نہ سمجھنا کہ کھانے پینے کی صرف وہی چیزیں حرام ہیں جن کا

قرآن میں ذکر موجود ہے کچھ اور چیزیں بھی ہیں جن کی حرمت کا میں تمہیں حکم دے رہا ہوں‘‘۔ یا جیسے قرآن مجید میں حکم آیا کہ ایک شخص بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں نہیں رکھ سکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مزید عام کر دیا کہ پھوپھی کے ساتھ بھتیجی اور خالہ کے ساتھ بھانجی کو بھی بیک وقت نکاح میں نہیں رکھا جا سکتا ایسی بے شمار مثالیں ہیں اس وقت میں نے چند مثالیں اس لئے دیں ہیں کہ اگر کسی شخص کے ذہن میں یہ اشکال ہو کہ حضورﷺ نے بوڑھوں اور دائمی مریضوں کیلئے رمضان کے روزے کے فدیہ کو برقرار کیسے رکھا تو وہ اشکال رفع ہو جائے اور یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہیں اور ان کا آپ کو حق حاصل ہے۔

آگے چلئے ________ ابھی آیت نمبر 185 کا سلسلہ جاری ہے۔فرمایا ’’اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے دشواری وسختی اور تنگی نہیں چاہتا‘‘یعنی یہ ساری رعایتیں اور سہولتیں جو بیان ہوئی ہیں اس سے اللہ کا مقصود بندوں کے حق میں آسانیاں فراہم کرنا ہے‘ نہ کہ دشواریاں‘ سختیاں اور تنگیاں۔لہٰذا بیماری یا سفر کی وجہ سے جو روزے قضا ہو جائیں‘ بعد میں ان کی تکمیل کرلو۔ یہاں یہ بات سمجھ لیجئے کہ یہ نیکی اور تقویٰ کا غلط تصور ہے کہ ایک سو چار کی ڈگری کا بخار ہے لیکن روزہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں،سفر پر جارہے ہیں اور روزوں کا اہتمام والتزام بھی ہو رہا ہے۔یہ درحقیقت اپنے اوپر تشدد ہے اور یہ ایک طرح کا کفران نعمت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رعایتیں دی ہیں‘ آپ ان سے فائدہ نہیں اٹھا رہے۔اکثر لوگوں کو خواہ مخواہ یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ آج کل کا سفر بھی کون سا مشکل ہے،حالانکہ آپ کو کیا پتہ کہ آپ کراچی سے لاہور کے لئے ریل میں چلیں اور راستہ میں گاڑی کسی پلیٹ فارم پر پانچ چھ گھنٹے کے لئے رک جائے اب آپ کیا کریں گے؟ اسی پر قیاس کر لیجئے کہ آج کل کے سفر میں بھی کس طرح کی تکالیف آ سکتی ہیں۔اب اگر اللہ تعالیٰ نے رعایت دی ہے تو کسی کا اس سے استفادہ کرنے کو ہرگز گھٹیا بات نہ سمجھئے بلکہ اس کے لئے اصول دے دیا گیا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ:’’لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرو‘ سختی اور تنگی پیدا نہ کرو‘‘۔صحیح حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’سفر میں روزہ رکھنا نیکی کی بات نہیں ہے‘‘۔ یہ درحقیقت اپنے اوپر تشدد ہے جو اللہ کو پسند نہیں ہے۔اس موقع پر ایک بات اور سمجھ لیجئے کہ بلاغت قرآنی کا یہ ایک عام اسلوب ہے لہٰذا

آیت کے اس حصہ میں یسر وعسر کا معاملہ صرف صیام ہی پر موقوف نہیں ہے۔ اللہ کے ہر حکم کی تہہ میں بندوں کے حق میں رحمتیں اور مصلحتیں ہی ملیں گی۔ جہاں کوئی دشواری یا معذوری پیش آسکتی ہو وہاں کوئی نہ کوئی مناسب ومتناسب رعایت یا رخصت رکھ دی گئی ہے۔

یُرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر

کے فوراً بعد فرمایا: ولتکملوا العدة ۔ یہ رعایتیں ہیں لیکن چھوٹ نہیں ہے۔ یہ اس لئے رکھی گئی ہیں ''تاکہ (بعد میں) تم تعداد پوری کرلو'۔ تعداد بہر حال پوری کرنی ہوگی۔ یہ نہیں ہے کہ آپ فدیہ دے کر روزہ رکھنے سے بچ جائیں۔ آگے فرمایا: ''اور تاکہ تم اپنے رب کی تکبیر کرو (اس کی کبریائی کا اظہار کرو) اس پر کہ جو اس نے تمہیں راہ راست دکھائی (جو ہدایت تمہیں عطا فرمائی) اور تاکہ تم شکر گزار بن کر رہو'۔ یہ تکبیر کیا ہے اور یہ شکر کیا ہے؟ وہ یہ کہ تم کو اندازہ ہو، آگہی ہو، شعور وادراک ہو کہ یہ قرآن اللہ کی کتنی عظیم نعمت اور کتنی بڑی دولت ہے!۔

اب یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اس نعمت اور دولت کی صحیح قدر وقیمت کا اندازہ کب اور کیسے ہوگا۔ یہ بات سطوت وعظمتِ قرآن سے متعلق ہے اور ہمارے غور وفکر کے لئے اس آیت میں ایک اہم نکتہ ہے۔ اس مقام پر قرآن مجید کو ''ھدًی لِلنّاس'' فرمایا گیا ہے یعنی اسے تمام انسانوں کے لئے ہدایت قرار دیا گیا ہے'۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سورۃ البقرۃ کے بالکل آغاز میں اسی قرآن کے متعلق فرمایا جاتا ہے ھدی للمتقین ''یہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے''۔ اب ان دونوں باتوں میں جو ربط وتعلق ہے' اسے سمجھنا ہوگا۔ قرآن مجید میں بذاتہٖ اور فی نفسہٖ تو ہدایت کا سامان پوری نوع انسانی کے لئے موجود ہے' لیکن اس سے ہدایت وہی حاصل کرے گا جس میں تقویٰ کی کچھ نہ کچھ رمق اور تلاش حق کی کچھ نہ کچھ طلب موجود ہے۔ یہ چیز ابوجہل میں نہیں تھی چنانچہ وہ خالی رہا' وہ قرآن کی ہدایت سے استفادہ نہیں کرسکا اور اس سے محروم رہا۔ ابولہب کیوں محروم رہا؟ اس لیے کہ اس میں بھی تقویٰ کی کوئی رمق تھی اور نہ ہی خداترسی کا مادہ تھا۔ گویا ہدایت کی طلب ہی موجود نہیں تھی۔ تو جب تک طلب موجود نہ ہو کوئی استفادہ کیسے کرے! جیسے آپ کو معلوم ہے کہ جب تک پیاس نہ لگے' اس وقت تک آپ کو پانی کی قدر وقیمت کا اندازہ ہی نہیں ہوسکتا اگر پیاس کے باعث جان پر بنی ہو تو بڑے سے بڑا بادشاہ بھی ایک گھونٹ پانی کے عوض اپنی

پوری سلطنت دینے پر آمادہ ہوجائے گا' شدید بھوک لگی ہوئی ہوتو سوکھی روٹی بھی پراٹھا معلوم ہوگی۔لیکن اگر بھوک نہیں ہے تو عمدہ سے عمدہ غذا کی طرف بھی طبیعت راغب نہیں ہوگی۔ پس معلوم ہوا کہ جب تک طلب نہ ہواس وقت تک کسی شے کی قدر و قیمت کا احساس نہیں ہوتا۔لہٰذا وہ طلب پیدا کرنے کے لئے تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ اس روزے سے تمہارے اندر تقویٰ ابھرے گا اب اس تقویٰ کی پونجی کو لے کر رات کو اپنے رب کے حضور کھڑے ہو جاؤ تا کہ تمہارے قلب پر اس قرآن کا نزول ہو۔ یہ باران رحمت' یہ بارش جان افزا جب تم پر برسے گی تب تم کو احساس ہوگا کہ یہ کتنی عظیم نعمت ہے' کتنی بڑی دولت ہے اور اللہ کا کتنا بڑا انعام اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ کلام پاک عطا فرمایا۔ آپ کو معلوم ہے کہ کلام متکلم کی صفت ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ قرآن مجید اللہ کی صفت ہے۔ ہماری اصوات اور حروف والفاظ میں مصحف کے اندر لکھی ہوئی اللہ تعالیٰ کی صفت کلام ہمارے سامنے ہے اس قرآن کے ذریعہ سے ہمیں اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے وہ ہم سے کلام فرما رہا ہوتا ہے اور ہم اس سے مناجات کر رہے ہوتے ہیں۔ یہی بات ہے جو بڑے پیارے اور دل نشین الفاظ میں علامہ اقبال نے ان اشعار میں کہی ہے۔

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است
مثل حق پنہاں و ہم پیدا ست او
زندہ و پائندہ و گویا ست او
چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چوں دیگر شد جہاں دیگر شود

مفہوم_______ ''اس کتاب کے بارے میں جو بات میرے دل میں پوشیدہ ہے' اسے اعلانیہ ہی کہہ گزروں! حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب نہیں کچھ اور ہی شے ہے! یہ ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کا کلام ہے۔لہٰذا اسی کے مانند پوشیدہ بھی ہے اور ظاہر بھی' اور جیتی جاگتی' بولتی بھی ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والی بھی۔ یہ کتاب حکیم جب کسی کے باطن میں سرایت کر جاتی ہے تو اس کے اندر ایک انقلاب برپا ہوجاتا ہے اور جب کسی کے دل کے اندر کی دنیا بدل جاتی ہے' یعنی اس کے لئے پوری

دنیا بدل جاتی ہے تو اس کے لئے پوری دنیا ہی انقلاب کی زد میں آ جاتی ہے!''

یہ قرآن مجید' یہ کلام ربانی روح کے تغذیہ وتقویت کا سبب ہے۔ اب جبکہ اس روح کو اس کی اصل غذا ملے گی تو وہ اس سے ازسرنو قوی اور توانا ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو گی اور ''اپنے مرکز کی طرف پرواز'' کا نقشہ پیش کرے گی تو تمہارے قلب کی گہرائیوں سے اللہ کے شکر کا چشمہ ابل پڑے گا۔ پھر اس شکر کا نتیجہ کیا نکلے گا' اس کا بڑا پیارا بیان اگلی آیت (نمبر 186) میں ہے۔ فرمایا:

''اور اے نبی! جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں (تو آپ کہہ دیجیے) میں نزدیک ہی ہوں' بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال وجواب ایک علیحدہ سی بات ہے اور یہ صیام کے احکام کے ضمن میں کیسے آ گئی! لیکن غور کیجئے تو صاف سمجھ میں آ جائے گا کہ جب صیام وقیام کے نتیجہ میں ایک بندہ مؤمن کی روح کو جلا ملی اور جب اس کے قلب میں شکر کا جذبہ ابھرا تو اس کا عین تقاضا ہے کہ تعلق مع اللہ کے جوش وولولہ میں شدت پیدا ہو۔ طبیعت میں اللہ سے مانگنے' اس سے سوال کرنے' اس کے آگے ہاتھ پھیلانے اس کے سامنے گڑگڑانے اس سے استغفار کرنے' اس سے عفو ودرگزر طلب کرنے اس کی طرف رجوع کرنے اور اپنی خطاؤں اور لغزشوں سے توبہ کرنے کے جذبات موجزن ہوں۔ گویا اب بندہ اللہ کی طرف ہمہ تن اور پوری یک سوئی سے متوجہ ہو، اب فطری طور پر دل میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ میرا رب مجھ سے کتنی دور ہے؟ لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے دریافت کریں تو میری طرف سے ان سے کہہ دیجئے کہ میں نزدیک ہی ہوں! اور اگلی بات یہ فرمائی: ''میں تو ہر پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں جب مجھے پکارے''۔۔ یہ تو تم ہو کہ ہماری طرف رخ نہیں کرتے اور متوجہ نہیں ہوتے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں!
راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں!

اللہ سے دوری کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم اس طرف متوجہ نہیں ہیں وہ تو ہر جگہ ہر آن موجود ہے ہماری توجہات کسی اور طرف ہیں آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو کہتے میں نے متوجہ کیا اپنے چہرے کو اسی اللہ کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین سب سے یکسو ہو کر اور میں نہیں

ہوں مشرکوں میں سے''۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ الفاظ کہہ دینے کے باوجود اللہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی توجہ اپنے حساب کتاب میں رہتی ہے دماغ دنیوی معاملات ہی کی چکی پیستا رہتا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں یہ بتایا جارہا ہے کہ رمضان وقرآن اور صیام وقیام کا جو مشترک نتیجہ نکلے گا وہ یہ ہے کہ تمہاری روح بیدار ہوگی تقویت پائے گی اور اللہ کی طرف متوجہ ہوگی تو اس لئے خوشخبری ہے کہ میں کہیں دور نہیں ہوں۔ مجھے تلاش کرنے کے لئے کہیں بیابانوں میں جانے کی اور پہاڑوں کی غاروں میں تپسیائیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں تو تمہارے بالکل قریب ہی ہوں۔ گویا

ے دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اللہ تعالی کے بارے میں ایک جاہلانہ تصور یہ قائم کرلیا گیا ہے کہ اس تک براہ راست رسائی ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ مختلف مذاہب میں اللہ کے دربار تک رسائی کے لئے بے شمار واسطے اور وسیلے گھڑ لئے گئے ہیں اور ناقابل فہم مشرکانہ نظام بنا لئے گئے ہیں۔ قرآن نے اس وہم کو دور کر کے صاف صاف بتا دیا ہے کہ تم جسے دور سمجھ رہے ہو وہ دور نہیں ہے بلکہ بالکل قریب ہے۔ اس سے ہم کلام ہونے کے لئے کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب چاہو اور جہاں چاہو اس سے ہم کلام ہو جاؤ۔ علامہ اقبال نے اپنی ایک نظم میں نقشہ کھینچا ہے کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ یہ جو میرے دربان بن کر بیٹھ گئے ہیں کہ ان کو خوش کئے بغیر مجھ تک رسائی نہیں ہوسکتی۔ یہ سب ڈھکوسلہ ہے ان کو یہاں سے ہٹادو۔ میرا دربار ہر ایک کے لئے ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ علامہ کا شعر ہے

ے کیوں خالق ومخلوق میں حائل رہیں پردے
پیران کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو!

ایسا نہیں ہے کہ تمہاری دعا کسی پوپ، کسی پادری، کسی پجاری، کسی پنڈت، کسی پروہت یا کسی پیر ہی کے وساطت سے مجھ تک پہنچ سکتی ہے! (دیکھئے عجب اتفاق ہے کہ اللہ اور بندے کے درمیاں حائل ہونے والے سب مہاشوں کے نام ''پ'' ہی سے شروع ہوتے ہیں) تو ان سب خود ساختہ واسطوں اور وسیلوں کو درمیان میں سے ہٹادو۔ اللہ کا ربط وتعلق بندے کے ساتھ براہ راست

ہے۔اور اس کے لئے کسی واسطے کی ضرورت ہی نہیں،اس تعلق کے مابین حجاب ہم خود ہیں۔اپنی غفلتوں کا پردہ چاک کیجئے اور اللہ کی جناب میں توبہ کیجئے ،وہ ہر آن ہر لحظہ تمہاری دعا کو سننے والا ہے،وہ ہمیشہ ہی قریب رہتا ہےاور رمضان میں تو اس عموم میں خصوص پیدا ہو جاتا ہے۔ذرا سوچئے تو سہی کہ آیت مبارکہ کے اس حصہ میں ہمارے لئے کتنی بشارت،تسلی،تسکین اور راحت کا سامان رکھ دیا گیا ہے۔اس میں انسان کے لئے کتنی آزادی کا پیغام ہے! آپ کو معلوم ہے کہ دنیا میں ''انسانی حقوق کے منشور''(MAGNACHARTA) کی بہت دھوم ہے' جبکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑا میگنا کارٹا اور کوئی نہیں کہ اللہ تعالی سے ربط و تعلق' اس سے فریاد' اس سے استغاثہ' اس سے استعانت اور اس سے حاجت روائی کی درخواست میں کوئی واسطہ حائل نہیں ہے۔

میں صوفیائے کرام کے سلسلہ ارشاد کی نفی نہیں کر رہا۔کوئی خدا ترس مرشد جو قرآن وسنت کی روشنی میں تزکیہ نفس کرنے اور صحیح طور پر اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے صراط مستقیم پر چلانے والا ہو تو کو نوا مع الصادقین کی قرآنی ہدایت کے مطابق ایسے مرشدین سے ضرور فیض حاصل کرنا چاہئے لیکن ہمارے یہاں پیری،مریدی کا جو عام اور غلط تصور رائج ہے اس کے اعتبار سے میں اس کی نفی کر رہا ہوں۔

البتہ ایک بات ملحوظ رہے آیت کے اس حصے میں پکارنے والے کی ہر پکار سننے اور اس کا جواب دینے کا ذکر ہے۔ یہاں یہ شبہ لاحق نہ ہو کہ ہر دعا کے قبول کرنے کا حتمی وعدہ بھی ہے۔ بیچارے بندے کو کیا خبر کہ وہ جو دنیوی چیز مانگ رہا ہے' اس میں اس کے لئے خیر ہے یا شر! کون سی شے اس کے حق میں مفید ہوگی اور کون سی مضر! لہٰذا دعائیں وہی قبول ہوں گی جو اللہ کی رحمت وحکمتِ مطلقہ کے منافی نہیں ہوں گی۔لیکن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری دی ہے کہ بندہ مومن کی کوئی دعا نہ رد ہوتی ہے نہ ضائع۔وہ جس چیز کے لئے دعا مانگتا ہے اگر وہ اللہ تعالی کے علمِ کامل میں بندے کے لئے مفید ہوگی تو اسے عطا کر دی جاتی ہے۔یا پھر اسے اس سے بہتر چیز عنایت ہو جاتی ہے۔یا پھر اللہ رب الکریم اس دعا کو بندے کے حق میں نیکی قرار دے کر اس کے اجر وثواب کو آخرت کے لئے محفوظ فرما لیتا ہے۔اس دعا کے عوض اس کے نامۂ اعمال میں سے بہت سی برائیوں کے داغ دھو دیئے جاتے ہیں۔الغرض بندہ مومن کی کوئی دعا ضائع نہیں ہوتی۔وہ

کسی نہ کسی صورت میں قبول ہوتی ہے۔

اب اس آیت مبارکہ کا اگلا حصہ پڑھئے۔اس میں دوشرطوں کا بیان آرہا ہے۔پہلی یہ کہ فلیستجیبوا لی اوردوسری یہ کہ ولیومنوا بی ان دونوں کوسمجھنا ہوگا۔پہلی شرط میں فرمایا کہ میرے بندوں کوبھی چاہئے کہ میرا حکم مانیں، میری پکار پر لبیک کہیں، میں جب پکاروں فورا حاضر ہوجائیں، جس چیز کاحکم دوں بجالائیں، جس کام سے اورجس چیز سے روک دوں رک جائیں یکطرفہ معاملہ نہیں چلے گا، آپ کوقرآن مجید میں یہ بات متعدد جگہ ملے گی کہ اللہ تعالی یکطرفہ معاملہ نہیں فرماتا۔جیسے سورۃ البقرۃ میں فرمایا:

''اورتم اس عہد کو پورا کرو جوتم نے مجھ سے کیا ہے میں اس عہد کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا ہے''۔

اورجیسے سورۃ ابراہیم میں فرمایا!

''اگرتم ہمارا شکر کروگے توہم تمہیں اورزیادہ نعمتیں دیں گے۔اوراگرتم نے ناشکری کی توپھر ہماراعذاب بھی بڑا سخت ہوگا''۔

اسی طرح سورۃ محمد (علی صاحبھا الصلاۃ والسلام) میں فرمایا:

''اے اہل ایمان! اگرتم اللہ کے دین کی مدد کروگے تووہ تمہاری مدد کرے گا''۔

تم اللہ (کے دین) کی مدد نہ کروبلکہ اس کے دشمنوں سے ساز باز کرواوراس کے باغیوں سے یارانہ گانٹھواور چاہو کہ اللہ تمہاری مدد کرے تو یہ نہیں ہوگا' تو معاملہ دوطرفہ ہوگا۔اگرتم چاہتے ہو کہ میں تمہاری دعائیں قبول کروں توتم بھی میری پکار پر لبیک کہواور میرے احکام قبول کرو! اوردوسری شرط یہ کہ ''انہیں چاہئے کہ مجھ پر ایمان پختہ رکھیں'' اس آیت کا اختتام ہوتا ہے ان الفاظ مبارکہ پر:لعلھم یرشدون تاکہ ان پرفوزوفلاح اوررشدوہدایت کی راہیں کھل جائیں اوریہ ان راہوں پرگامزن ہوجائیں''۔

اگلی آیت (نمبر 187) میں روزے سے متعلق احکام ہیں۔اس رکوع کی آخری آیت (نمبر 188) کا بظاہر رمضان کے روزوں سے تعلق معلوم نہیں ہوتا۔لیکن حقیقت میں بہت گہرا تعلق ہے۔اس لئے کہ دومقامات پر بڑے شدومد سے روزوں کی غایت ''تقویٰ'' بیان فرمائی گئی

ہے۔اس کے متعلق سوچنا پڑے گا کہ اس تقویٰ کا معیار کیا ہے۔اور اس کا عملی ظہور کس طور سے ہوگا۔کیا تقویٰ کا تعلق کسی خاص قسم کی وضع قطع سے ہے؟نہیں۔بلکہ تقویٰ کا اصل معیار اکل حلال ہے۔اکل حلال ہے تو تقویٰ ہے' یہ نہیں ہے تو تقویٰ نہیں ہے۔چاہے کتنی ہی وضع قطع اور شکل وصورت ان چیزوں کے مطابق بنالی گئی ہو جن کو عام طور پر ''تقویٰ'' سمجھا جاتا ہے۔بلکہ وہ اصل تقویٰ نہیں ہے۔عبادتوں کے کتنے ہی ڈھیر لگا لئے گئے ہوں۔اور ہر سال عمرے پر عمرے اور حج پر حج کئے جارہے ہوں۔تو یہ بھی اصل تقویٰ نہیں۔تقویٰ کا اصل معیار اس آیۃ مبارکہ میں بیان کیا جارہا ہے۔یہ اہم بات سمجھنے کی ہے کہ روزے میں آپ حلال چیزیں کیوں نہیں کھاتے!تعلق زن وشو قائم کیوں نہیں کرتے۔اس لئے کہ اللہ کا حکم نہیں ہے،لیکن روزے کی حالت میں اگر آپ دوسرے نواہی شریعت کا ارتکاب کررہے ہیں تو آپ نے درحقیقت روزہ رکھا ہی نہیں۔رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''جو شخص روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا تو اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔'' چنانچہ فرمایا''اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ہڑپ نہ کرو۔''اور اپنے اموال کو (رشوت کے طور پر اور ناجائز طریقوں سے دے دلا کر) حکام تک پہنچنے کا ذریعہ مت بناؤ کہ اس طرح لوگوں کے مال کا کچھ حصہ جانتے بوجھتے ناحق اور گناہ سے ہضم کر جاؤ''۔یعنی ایسا نہ کرنا کہ حکام کو رشوت دی اور کسی کا حق اپنے نام کرالیا۔ اس رکوع کی یہ آخری آیت اس اعتبار سے بڑی اہم ہے کہ اس نے ہمارے سامنے حقیقی تقویٰ کا ایک معیار رکھ دیا ہے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم ان تمام نواہی اور منکرات سے بچ سکیں جن سے ہمارا دین ہمیں بچانا چاہتا ہے۔اور صحیح تقویٰ اختیار کرنے کے لئے ہمارے دلوں میں طلب صادق پیدا فرمائے اور اس پر پوری زندگی مستقیم رہنے کے لئے ہماری نصرت فرمائے۔ آمین یارب العلمین

(بشکریہ ماہنامہ میثاق لاہور مارچ 1993ء)

رمضان المبارک
تزکیہ وتربیت کا مہینہ
عتیق الرحمٰن صدیقی

لغوی اعتبار سے ''صوم'' کے معنی رکنے اور چپ رہنے کے ہیں۔ بعض مقامات پر اسے صبر سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ ضبطِ نفس، ثابت قدمی اور استقلال اسی مفہوم کے غماز ہیں۔ دراصل انسان زندگی کی شاہراہ پر چلتے ہوئے بعض اوقات ہوا و ہوس کا شکار ہوجاتا ہے۔ اسے جادۂ اعتدال پر قائم رکھنے کے لئے اللہ تعالی نے عبادات کا جو نظام وضع کیا ہے اس میں روزہ کا کردار بڑا اہم ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ ظاہری خواہشوں کے ساتھ اندرونی خواہشوں سے دل اور زبان کو محفوظ رکھا جائے۔ کھانے پینے اور جنسی ملاپ نفس کے ایسے پرزور اور بے پناہ قوت رکھنے والے بنیادی نوعیت کے مطالبات ہیں کہ انہیں زنجیریں پہنانا دشوار ہی نہیں دشوار تر ہے، اس لئے کہ بقائے ذات بھی انہی پر موقوف ہے اور بقائے جنس کا انحصار تو ہے ہی ان پر۔

آدمی میں توازن، تناسب اور اعتدال ہو اور مختلف امور میں اس نے توسط کی راہ اپنا رکھی ہو تو وہ زندگی میں بے شمار پریشانیوں اور تکلیفوں سے بچا رہتا ہے اب یہ خوبیاں اس میں کیسے پیدا ہوں، اسلام ان کا علاج ایک پاکیزہ اور صاف ستھرا ماحول پیدا کر کے کرتا ہے ایک طاہر و مطہر ماحول کو بروئے کار لانے کے لئے وہ ایک طرف نماز کی اقامت پر زور دیتا ہے تاکہ پنجگانہ اوقات میں اس کے سامنے اس کے خالق و مالک کا تصور مستحضر رہے اور وہ اللہ کی زمین پر فساد برپا کرنے سے بچا رہے اور دوسری طرف قانون حدود متعین کر کے اسے محتاط رکھنے کا اہتمام کیا ہے۔

نماز کو قائم رکھنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی نے سال میں مہینہ بھر کے روزے بھی فرض کردیئے پہلی قوموں کا تذکرہ بھی کیا تاکہ یہ انہونی بات نہ رہے۔ اور بتایا کہ یہ مشکل عبادت ان پر

بھی فرض رہی اور پرہیزگار بنانے اور قدم بہ قدم پرحق و باطل کے مابین فرق کا ادراک رکھنے کے لئے یہ عمل ضروری تھا۔ رمضان کے مہینے میں اس اہم مقصد کی تکمیل کے لئے قرآن اتارا گیا کہ مسلمان روزے کی حالت میں اسے بار بار پڑھے، غور کرے، سجود وقعود میں فکرمندی کا تسلسل قائم رکھے اور پھر اللہ کی بڑائی بیان کرے زبان سے بھی اور عمل سے بھی اور اللہ تعالی کا شکرادا کرے۔ تشکر وامتنان کا جذبہ اس کے رگ وپے میں سرایت کر جائے اور مہینہ بھر کی بلاخیز ریاضت کے بعد طاغوت کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو جائے اور اس ہدایت پر نازاں رہے جس سے اس کے اللہ نے اسے نوازا ہے اور اس معجز نما قوت کی بدولت نہ صرف اس کے روزمرہ معاملات درست رہیں بلکہ اجتماعی امور میں بھی اس کا رول مؤثر رہے۔

یہ استمد اد اورقوت کار پیدا کرنے کے لئے لازمی ہے کہ ہمارا روزہ روایتی روزہ نہ ہو' بلکہ حقیقی روزہ ہو' یعنی روزہ ڈھال بن جائے بدکلامی کے خلاف' دنگا فساد اور گالم گلوچ کے خلاف' تا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کی تعمیل ممکن ہو۔ آپ نے فرمایا کہ:

من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة فی ان
يدع طعامه وشرابه (بخاری)

''جس کسی نے روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑ
اوہ جان لے کہ اللہ کو اس بات کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ وہ شخص اپنا کھانا پینا
چھوڑ دے''۔

نفس کے تین مطالبات پر صرف اس لئے بندشیں نہیں لگائی گئیں کہ بندہ بس بھوکا پیاسا رہے۔ بلکہ یہ تو باطنی طور پر اسے اجالنے کے منشور کا ایک اہم حصہ تھا' ایسا حصہ کہ جس میں ریا کا کوئی گزر نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''روزے میں ریا نہیں ہوا کرتی''۔ ظاہر ہے کہ کسی عبادت میں نمود و نمائش اور ریا کا نہ ہونا یہ ضمانت فراہم کرتا ہے کہ بندہ اللہ سے جڑ رہا ہے' اس کی ذات گرامی سے اس کا رابطہ زیادہ مضبوط ہو رہا ہے۔ ہم جب دیکھتے ہیں کہ اس عبادت کی نوعیت سراسر منفی ہے' یہ کچھ اعمال کے کرنے سے وجود میں نہیں آتی' بلکہ دیکھنے میں آتی ہی نہیں۔ تو گویا یہ ایک راز ہے اللہ اور بندے کے درمیان۔ یہ بھید اگر بھید ہی رہے تو یہ رفعتوں اور منزلوں کا

پیامی ہے۔

روزے کے لئے انتہائی ضروری اوراہم بات یہ ہے کہ یہ ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھا جائے' ایسے ہی راتوں کا قیام بھی ایمان اور احتساب کے ساتھ ہو اور مزید یہ کہ لیلۃ القدر کا قیام بھی ایمان اور احتساب کے ساتھ ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من صام رمضان ایماناً واحساناً غفرلہٗ ماتقدم من ذنبہٖ ومن قام رمضان ایماناً واحتساباً غفرلہٗ ماتقدم من ذنبہٖ' ومن قام لیلۃ القدر ایماناً واحتساباًغفرلہٗ ما تقدم من ذنبہٖ (متفق علیہ)

''جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور احتساب کے ساتھ تو اس کے وہ سب گناہ معاف کردئے جائیں گے جو اس سے پہلے سرزد ہوئے ہوں گے اور جس شخص نے رمضان میں قیام کیا (یعنی راتوں کو کھڑے ہوکر عبادت کی) ایمان اور احتساب کے ساتھ تو اس کے وہ قصور معاف کردئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے ہوں گے' اور جس شخص نے لیلۃ القدر میں قیام کیا ایمان اور احتساب کے ساتھ تو اس کے وہ سب گناہ جو اس نے پہلے کئے ہوں گے معاف کردئے جائیں گے۔''

سید ابوالاعلی مودودیؒ ایمان اور احتساب کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں!

''ایمان کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے متعلق ایک مسلمان کا جو عقیدہ ہونا چاہئے وہ عقیدہ ذہن میں پوری طرح تازہ رہے اور احتساب کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اللہ ہی کی رضا کا طالب ہو اور ہر وقت اپنے خیالات اور اپنے اعمال پر نظر رکھے کہ کہیں وہ اللہ کی رضا کے خلاف تو نہیں چل رہا ہے۔ ان دونوں چیزوں کے ساتھ جو شخص رمضان کے پورے روزے رکھ لے گا وہ اپنے پچھلے گناہ بخشوا لے جائے گا' اس لئے کہ اگر وہ کبھی سرکش اور نافرمان بندہ تھا بھی تو اب اس نے اپنے مالک کی طرف پوری طرح رجوع کرلیا اور'' التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ'' گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا'' (خطبات ص 96)

مومن کا کام یہ ہے کہ وہ روزے کے آداب کو ہر لحظہ نگاہ میں رکھے روزے کا آغاز بھی بخیر ہو اور انجام بھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں اوقات کے لئے باقاعدہ ایک نقشہ کار تجویز فرمایا ہے۔ سحری کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تسحروا فان فی السحور برکة (متفق علیه)

''سحری کھالیا کرو کیونکہ سحری کھانے میں بڑی برکت ہے''۔

اور افطار کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا:

لایزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر (بخاری)

''جب تک لوگ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے حالت خیر میں رہیں گے''

گویا اپنے ذوق اور رجحان کی پیروی کرنے کے بجائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی پیروی کی جائے نہ یہ کہ رات کو ہی کھانا کھا کر سو جائے اور نہ یہ کہ سورج غروب ہونے کے بعد اندھیرا چھا جانے کا انتظار کرتا رہے۔ سحری کے وقت نہ اٹھنا ایک بہت بڑی برکت سے محروم ہونے کے مترادف ہے اور افطار میں دیر لگانا حالت خیر کے ختم ہو جانے کا مصداق ہے۔ یعنی تقویٰ کا حصول اس امر پر موقوف ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اطاعت کرتے ہوئے نہ تو سحری کے کھانے میں اعتدال سے تجاوز کیا جائے اور نہ افطار میں کام ودہن کی لذتوں کی تمام حدود کو پھاندا جائے۔ بلکہ منشائے ایزدی کو سامنے رکھا جائے۔

سحری کھانے کے لئے اٹھنے کا ایک نہایت اہم فائدہ یہ ہے کہ تہجد کی نماز کا اہتمام ممکن ہو جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باقاعدگی سے تہجد کی نماز ادا فرماتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے التزام کی ترغیب بھی دیتے تھے قرآن حکیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا!

ومن اللیل فتهجد به نافلة لك (بنی اسرائیل:79)

''اور شب کے کچھ حصے میں تہجد پڑھا کیجئے! یہ آپ کے لئے خدا کا مزید فضل ہے''

تہجد کا اہتمام کرنے والوں کو قرآن نے محسن اور متقی کے خوبصورت القابات سے نوازتے ہوئے ان کی یہ صفت بیان فرمائی:۔

کانوا قلیلا من اللیل مایھجعونo وبالاسحارھم یستغفرون

(الذریٰت:18)

''وہ رات کے تھوڑے حصے میں سوتے تھے اور سحر کے اوقات استغفار کیا کرتے تھے''

ظاہر ہے کہ تہجد کی نماز نفس و اخلاق کا تزکیہ کرنے اور راہ حق میں صبر و ثبات کی قوت فراہم کرنے کا ایک نہایت موثر ذریعہ ہے۔ ارشاد الٰہی ہے

ان ناشئة الیل ھی اشد وطا واقوم قیلا (المزمل:6)

بلاشبہ شب کا اٹھنا نفس کو خوب ہی روندنے والا ہے اور نہایت درست ہے اس وقت کا ذکر''

فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز شب میں پڑھی جانے والی تہجد کی نماز ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ:۔

''تہجد کی نماز کا التزام کرو' یہ نیک لوگوں کی خصلت ہے اور خدا سے تمہیں قریب کرنے والی' گناہوں کو مٹانے والی اور گناہوں سے بچانے والی ہے۔ اور جسم سے بیماریوں کو بھگانے والی ہے''۔

نیند کو توڑ کر اٹھنا ایک مشکل اور دشوار کام ہے ۔ عام دنوں میں اس کا انصرام سہل اور آسان نہیں' اس لئے رمضان کے دنوں میں سحری کے وقت کو غنیمت جانتے ہوئے تہجد کی نماز پڑھی جاتی رہے تو یہ اللہ سے لو لگانے ایک اہم ذریعہ ہے:

ؔ عطار ہو' رومی ہو' رازی ہو' غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

یوں اپنے رب سے سرگوشیاں کرنے والا بندہ جذب وشوق کی اس لازوال قوت سے سرشار ہو جاتا ہے کہ ابلیس لرزہ براندام ہو جاتا ہے اور خطرے کی کوئی گھنٹی یوں بجاتا ہے:

ؔ ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو
خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ

کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم وضو!

ہم دیکھتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ نزول قرآن کا مہینہ ہے:

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن (البقرۃ:185)

''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا''۔

اللہ تعالیٰ نے روزے کی ایک طرح سے منفرد نوعیت کی عظیم عبادت کے لئے وہ مہینہ منتخب فرمایا کہ جس میں اس نے ایک معجز نما' انقلاب آفریں اور ہدایت وموعظت سے لبریز کتاب اتاری۔ دن میں روزہ رکھنے کا حکم صادر ہوا اور رات کو قیام کا' جس میں قرآن سنا بھی جائے اور پڑھا بھی جائے۔ پورے مہینے میں ایک بار مکمل قرآن کو ترتیب سے پڑھنے کے عمل کو سنت مؤکدہ قرار دیا گیا۔ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ماہ صیام میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پورا قرآن سنایا کرتے تھے۔ جس سال آپ دنیا سے رخصت ہوئے اس سال آپ نے جبرئیل کے ساتھ دو بار قرآن کا دورہ فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی کم از کم ایک بار تراویح میں پورا قرآن سننے اور سنانے کا اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت خالد بن معدانؒ کی روایت ہے کہ قرآن سننے کا اجر وثواب قرآن پڑھنے سے دوہرا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھوا کر سننے کا بہت شوق تھا۔ ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ قرآن پڑھ کر سنائیں۔ جواب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''حضور! میں سناؤں؟ آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے!'' آپ نے فرمایا: ''ہاں سناؤ! مجھے اچھا لگتا ہے۔ کہ دوسرا پڑھے اور میں سنوں''۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے سورۃ النساء پڑھنا شروع کی اور جب آپ اس آیت پر پہنچے:

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بك علی ھٰؤلآءِ شھیدا (النساء:41)

ترجمہ: ''پھر سوچو اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان لوگوں پر آپؐ کو گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے؟''

تو آپ نے فرمایا ''بس بس''۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں‘‘ (بخاری)

شرط یہ ہے کہ قرآن نہایت توجہ اور انہاک سے سنا جائے اور جب پڑھا جائے تو بھی غور و تدبر سے اور اس عزم کے ساتھ کہ اس کے اوامر کو بجا لانا ہے اور اس کے نواہی سے مجتنب رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

کتٰب انزلنٰہ الیك مبٰرك لیدبروا اٰیٰتہ ولیتذکر اولوا الالباب

(ص:29)

’’کتاب جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے، بڑی برکت والی ہے، تا کہ لوگ
اس کی آیات پر غور و فکر کریں اور اہل عقل اس سے نصیحت حاصل کریں‘‘

بندہ مومن اس کتاب حکیم کو اخلاص نیت کے ساتھ پڑھے، خوش الحانی اور دلبستگی کے ساتھ تلاوت کرے، یکسوئی بھی ہو اور عاجزی بھی ہو، اسے کتاب ہدایت کتاب انقلاب اور منبع رشد و ہدایت سمجھ کر پڑھے تو ایسے ہی لوگوں کے دلوں کا زنگ دور ہوتا ہے۔ قلب و روح کا تزکیہ ہوتا ہے۔ اور تعلق مع اللہ میں مضبوطی آتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آخری خطبہ میں یہی فرمایا تھا:

وقد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ (مسلم)

’’اور میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں جس کا سر رشتہ اگر تم مضبوطی
سے تھامے رکھو تو تم تا ابد (کبھی) گمراہ نہیں ہو گے، وہ چیز ہے کتاب اللہ‘‘

رمضان کے مبارک مہینے میں بندہ مومن اگر قرآن کو تھام لے، اسے حرز جاں بنا لے اور اس سے چمٹ جائے تو وہ یقیناً اندھیروں میں بھٹکے گا نہیں، بلکہ ہدایت کی روشنی سے منور رہے گا۔ یہ ہے ارمغان رمضان۔ نوید جان فزا ہے خدا کے دامن رحمت سے وابستہ رہنے کے لئے

گر تو می خواہی مسلماں زیستن نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

رمضان المبارک کا پہلا عشرہ رحمتوں کا نقیب ہے، دوسرا مغفرت کا داعی ہے اور تیسرا جہنم کی آگ سے آزادی کا پیام بر ہے، مگر یہ سب کچھ مشروط ہے ایمان اور احتساب کے ساتھ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے تناظر میں کہ:

اذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب، فان سابه
احد او قاتله فلیقل انی امرؤٌ صائم (متفق علیہ)

’’جب تم میں سے کسی کا روزے کا دن ہو تو وہ نہ تو بے حیائی کا مظاہرہ کرے اور نہ ہی بدزبانی کا، پھر اگر کوئی اس سے گالم گلوچ یا لڑائی جھگڑا کرے تو کہے کہ (بھائی) میں تو روزہ دار ہوں!‘‘

رمضان کے بہار آفرین اوقات میں، اشکبار ساعتوں میں، سعادت آمیز لمحوں میں وہ تسلسل سے استغفار کرتا رہے۔ قدم قدم پر اپنے روزے کی حفاظت کرے۔ آخری عشرے میں ممکن ہو تو اعتکاف کرے، قدر کی رات پر اس کا دھیان رہے۔ یوں جلوتوں کے ساتھ ساتھ خلوتوں سے لطف اندوز ہو، ان لمحوں میں فکر و عمل کی ساری قوتوں کو اللہ کی یاد میں صرف کر دے۔ ان سرور آمیز گھڑیوں میں قرآن پاک کو ٹھہر ٹھہر کر، غور و فکر کرتے ہوئے پڑھے اور اللہ سے دل کی کشود چاہے، دل کے بند کواڑ کے کھلنے کے لئے اللہ کے حضور ملتجی ہو، تاکہ وہ انوار اس کے قلب میں جذب ہو جائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله و
اذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی القلب (ابن ماجہ)

’’لوگو! آگاہ ہو جاؤ، یقیناً تمہارے جسم میں ایک لوتھڑا ایسا ہے کہ اگر وہ درست ہو جائے تو پورا وجود درست ہو جائے گا اور اگر اس میں روگ اور خرابی ہو تو پورے وجود میں وہ خرابی سرایت کر جائے گی! آگاہ ہو جاؤ وہ لوتھڑا قلب ہے‘‘

اللہ سے مسلسل درخواست کرے کہ:۔

’’اے اللہ، میں تیرا غلام، تیرے غلام کا بیٹا اور تیری لونڈی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیری مٹھی میں ہے، مجھ پر تیرا حکم جاری ہے، میرے بارے میں تیرا فیصلہ برحق ہے میں تجھ سے تیرے ہر اس نام کے واسطے سے جو تیرا ہے، جس سے تو نے اپنے آپ کو پکارا ہے یا جس کو تو نے اپنی کتاب میں اتارا ہے یا جس کو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے، یہ درخواست کرتا ہوں کہ تو قرآن کو میرے

دل کی بہار' میرے سینے کا نور' میرے غم کا مداوا اور میرے فکر و پریشانی کا علاج بنادے''۔

جذب وشوق سے معمور یہ لمحات رمضان متاع بے بہا ہیں انمول خزینہ ہیں۔ ان کو سمیٹنے کے لئے انہی خطوط پر سرگرم رہنا چاہئے جو ہم نے مندرجہ بالا سطور میں بیان کئے ہیں۔ جب ہم پورے احساس وشعور کے ساتھ اس راہ پر جادہ پیما رہیں گے تو پھر ہمارے اندر وہ عظیم قوت رونما ہوگی جو ہمیں شب و روز طاغوت سے نبرد آزما رکھے گی' ناجائز خواہشات کے سامنے ہم سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں گی' حلال وحرام کے مابین فرق کو ہم ہمیشہ ملحوظ رکھ سکیں گے' زرو جواہر کی چکا چوند سے متأثر نہ ہوں گے' اپنوں اور بیگانوں کے حقوق ادا کرتے رہیں گے اور چوکنے رہیں گے کہ کسی لحظہ اپنے منصبی فرائض سے پہلوتہی نہ ہونے پائے' معروف کی تلقین اپنا فرض گردانیں گے اور منکرات کی روک تھام کو اپنی ذمہ داری سمجھیں گے۔ اللہ کی دھرتی پر اس کے آئین کی تنفیذ کے لئے ہمہ پہلو سرگرم اور فعال رہیں گے۔ صرف توانا الفاظ پر تکیہ نہیں کریں گے بلکہ ان کی معنویت سے سرشار ہ کر اپنے حقیقی اہداف کی طرف بڑھتے چلے جائیں گے۔ تقویٰ کے جوہر کی نمود کا سرچشمہ ایسی ہی عنبریں ساعتوں سے پھوٹتا ہے آئیں اور جھولیاں بھرلیں تا کہ سال کے بقیہ گیارہ مہینوں میں بھی یہ حسنات ضوفشاں رہیں اللہ نہ کرے کہ ہم صرف روایت کو نبھاتے رہیں اور ہماری سرگرمیاں روح سے خالی رہیں اور یوں بھوک پیاس اور رت جگے کے سوا ہمارے ہاتھ کچھ نہ آئے ــــــــــــ ہمارا مالک اور ہمارا آقا ہمیں حقیقی روزہ رکھنے کی توفیق دے! اور یوں ہم اس صبر آزما' جاں گسل اور پر مشقت آزمائش میں سرخرو ہو کر عید کی خوشیوں سے بہرہ مند ہوں۔ امین

(بشکریہ ماہنامہ میثاق لاہور اکتوبر 2006ء)

تہنیتی خطوط

عزیزم ومحترم مختار حسین فاروقی صاحب مدیر'' حکمت بالغہ'' جھنگ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے اس ناکارہ کو اس اعزاز کے مستحق سمجھا کہ ہر ماہ پابندی سے ماہنامہ '' حکمت بالغہ'' ارسال کر رہے ہیں۔ اب تک چھ شمارے شائع ہو چکے ہیں اور ہر شمارہ خوب سے خوب تر ہے۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ آپ کے اندر اتنا اچھا لکھنے والا قابل مدیر بیٹھا ہوا ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور ہو زیادہ۔ ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں ہے جو جلد ہی شعلہ جوالہ بن سکتی ہے۔ میں ایک عامی سا انسان ہوں، زیادہ لکھنا پڑھنا اور وہ بھی علمی، دینی اور تحقیقی موضوعات پر نہیں جانتا ورنہ میں بھی کچھ قلمی خدمت کرتا۔ رسالہ کا ٹائٹل بھی بہت اچھا ہے۔ آپ مختار ہیں تو ہر چیز مختار ہے۔ ٹائٹل پر'' حکمت بالغہ'' بہت عمدہ انداز میں تحریر ہے۔ البتہ'' حکمت'' بڑا ہے اور اس کے مقابلہ میں '' بالغہ'' چھوٹا ہے اسے بھی ذرا بالغ کیجئے۔

'' حکمت بالغہ'' میں چلتی پھرتی حرکت نظر آتی ہے ایک طرف '' پھر سوئے حرم لے چل'' کے زیر عنوان 25 روزہ قرآن فہمی کورسز کا سلسلہ جاری ہے تو دوسری طرف ہر ماہ قرآن اکیڈمی جھنگ میں تاریخ اسلامی کی بیس قد آور شخصیات پر سیمینار کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ جو جاری ساری ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ ایک شخص یہ سارے کام بیک وقت کس طرح کر رہا ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ آپ کو دین متین کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے اور آپ کی مساعی کو قبول

فرمائے۔(امین) یہ بات اب شاید بہت ہی کم لوگوں کو معلوم ہو کہ قرآن اکیڈمی لاہور کی تعمیر آپ کی اور محترم قمر سعید قریشی صاحب کی محنتوں کی مرہون منت ہے۔اور اب آپ نے جھنگ میں قرآن اکیڈمی قائم کر کے اور اسے ہر طرح فعال بنا کر ایک اور کارنامہ انجام دیا ہے۔

ع کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد

اہل جھنگ کو مبارک ہو کہ انہیں آپ کی شکل میں ایک گوہر نایاب مل گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ والسلام

(قاضی عبدالقادر ناظم آباد کراچی)

محترم جناب مختار حسین فاروقی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے بندہ ناچیز کو ماہنامہ ''حکمت بالغہ'' کا شمارہ ہر ماہ باقاعدگی سے موصول ہو رہا ہے۔ یہ آپ کی شفقت اور مہربانی ہے کہ رسالہ اعزازی طور پر ارسال فرما رہے ہیں ماہ جولائی 2007ء کا رسالہ موصول ہوا رسالے کا نیا ڈیزائن ورنگ جاذب نظر تھا۔دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے سلسلے میں ملک میں بے شمار دینی جرائد شائع ہو رہے ہیں۔''حکمت بالغہ'' کا اپنا علمی انداز فکر ہے۔جس کے ذریعے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی راہ ہموار کرنا اور ذہن سازی کا کام سرانجام دینا اس کے مقاصد میں شامل ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کا جاری کردہ یہ جریدہ علمی حلقوں میں اپنا مقام بلند پیدا کرے اور اسلام کے صحیح انقلابی تصور کو عوام الناس اور بالخصوص علماء وعمائدین امت کے اندر اجاگر کرنے میں کامیاب ہو جائے۔(امین) اللہ تعالیٰ آپ کی کاوشوں اور جو بھی افراد اس رسالہ کی تدوین واشاعت میں اپنا اپنا حصہ ڈال رہے ہیں ان کی کاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازے۔امین والسلام (شوکت حسین انصاری ملتان)

محترم جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب

امیر تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب وسطی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دعا گو ہوں کہ آپ بمع اہل وعیال ورفقاء کار خیر وعافیت سے ہوں گے۔ ماہنامہ حکمت بالغہ کے اجراء پر میں آپ کو اور آپ کی ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ماہنامہ حکمت بالغہ کے جولائی کے شمارے میں ڈاکٹر محمد رفیع الدین صاحب مرحوم کا مضمون ''اسلام میں آزادی اور ترقی کا مفہوم'' پسند آیا۔ رسالے کے آغاز میں سورۃ الرحمٰن کا سلسلہ بہت اچھا ہے۔ میری آپ سے گذارش ہے کہ قرآن اکیڈمی جھنگ میں انگریزی مہینے کی پہلی اتوار کو جو سیمینار 20 قد آور اسلامی شخصیات کے بارے میں ہو رہے ہیں وہ بھی اس رسالے میں سلسلہ وار شائع کئے جائیں۔ درس قرآن اور درس حدیث کے سلسلے شروع کئے جائیں۔ اس کے لئے ''پھر سوئے حرم لے چل'' والے نوٹس سے بھی یہ سلسلے شروع کئے جا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن اکیڈمی کے مقاصد کو پورا کرے۔ آمین

والسلام (محمد عطاء الرحمٰن احمد پور سیال)

محترم مختار فاروقی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ ''حکمت بالغہ'' کے شمارے باقاعدگی سے مل رہے ہیں۔ میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔ ان کے مطالعہ سے قرآنی تعلیمات کا فہم حاصل کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ برق رفتاری سے ترقی کرتے ''میڈیا'' کے اس دور میں یہ نئی نسل کی اشد ضرورت ہے۔ میری گذارش ہے کہ ایسی نگارشات لائی جائیں جو اسلام کو ایک فطری ضابطے کی حیثیت سے پیش کریں۔ جن میں استدلال کے ساتھ ثابت کیا جائے کہ اسلام کو اپنانا، فطرت کے ساتھ ہم آہنگ ہونا ہے اور یہ مسلم حقیقت ہے کہ فطرت سے بغاوت کرنے والے معاشرے صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ''اتحاد بین المسلمین'' پر بھی زور دیا جائے۔ اب یہ امر ہماری بقا کے لئے ضروری ہے میں آپ کی جرأت وہمت کو سلام پیش کرتا ہوں کہ ان نامساعد حالات میں بھی آپ پرورش لوح وقلم کا فریضہ انجام

دے رہے ہیں۔ ''انہیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیادہ'' ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

نیاز کیش

(حسن محمود اقبال)

استاد شعبہ اردو گورنمنٹ کالج جھنگ

الفضل ماشھدت بہ الاعداء

تقسیم ہند کا اصل سبب کون؟

اقبال نے ہمارا متحدہ ہندوستان کا خواب چکنا چور کر دیا

(جیمز رامزے میکڈونلڈ پرائم منسٹر برطانیہ)

کیا اسلام کو جدیدیت کو اپنا لینا چاہئے یا اپنے بنیادی اصولوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے؟ دو ایسے مدارس کے درمیان جو اپنے قیام کے وقت جغرافیائی لحاظ سے چند میل کے فاصلہ پر تھے، دینی نظریات کی اس چیخ کو اس دور میں قابل اعتنا نہیں سمجھا گیا۔لیکن اگلے 100 برس میں یہ معمولی دراڑ اسلام کو دو باہم برسر پیکار نظریات میں تقسیم کرنے والی ایسی صدا تھی جس کی بازگشت آج تک دنیا میں گونج رہی ہے۔

اس معمولی چیخ کے ایک بحران کی صورت میں ظاہر ہونے سے پہلے مدرسۂ دیوبند اور علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی آزادی ہندوستان کے مشترکہ مقصد میں شریک تھے اور تعلیمی رجحانات کے اختلاف کو نظر انداز کرتے ہوئے دونوں اداروں کے طلبہ اور عملہ بیسویں صدی کے ابتدائی دہائیوں میں برصغیر میں سامراجی حکومت کے خاتمہ کے لئے ہندوؤں کے ساتھ شامل تھے۔لیکن قومیتی رجحانات اس کمزور اتحاد کی راہ میں حائل ہو گئے۔ ہندوستان جو مختلف ریاستوں کا ایک مجموعہ تھا اور مغل حکمرانوں کے تحت متحد ہو گیا تھا برطانوی سامراج کے تحت تہذیبی اور مذہبی بنیادوں پر پارہ پارہ ہونے لگا۔پہلی جنگ عظیم کے بعد ایک ہر دلعزیز مسلمان شاعر اور مفکر نے جس کا نام محمد اقبال تھا، مستقبل کے آزاد ہندوستان میں مسلم اقلیت کی حیثیت کا سوال اٹھاتے ہوئے ایک اسلامی قومیتی نظریہ کی بنیاد رکھنا شروع کی۔

اقبال جنہیں کسی دور میں اپنی نظموں کی وجہ سے ہندو مسلم اتحاد کا پیامبر سمجھا جاتا تھا، یورپ میں وقوع پذیر ہونے والے یہودی انتشار عظیم (DIASPORA) کے انجام کے بارے میں اب انتہائی متفکر نظر آنے لگے، کیونکہ ”اقبال نے عیسائی یورپ

کی ثقافتی اکثریت میں یہودی وحدانیت کو پارہ پارہ ہوتے دیکھا تھا اور انہیں یہ پریشانی لاحق تھی کہ مسلمانوں کا بھی یہی انجام ہوگا۔ان کا خیال تھا کہ اگر مسلمانوں نے اپنی تہذیب کو ہندی قومیت کی بھینٹ چڑھا دیا تو آہستہ آہستہ وہ اس میں جذب ہوتے ہوئے معدوم ہو جائیں گے۔'' یہ بات پاکستان کے ادارہ مقتدرہ قومی زبان کے چیئر مین اور اقبال کی سیاسی فکر پر لکھی گئی ایک کتاب کے ایڈیٹر فتح محمد صاحب نے بیان کی۔

اقبال نے آل انڈیا مسلم لیگ کے ایک حواس باختہ اجتماع کے سامنے 29 دسمبر 1930ء کو اس صورت حال کا یہ حل رکھا کہ شمال مغربی ہندوستان میں مسلم اکثریتی صوبوں پر مشتمل ایک آزاد ریاست ہو،ایک علیحدہ وطن جہاں مسلمانوں کا اپنا اقتدار ہو۔اس تجویز کا ردعمل دھما کہ خیز تھا۔اس وقات کا برطانوی وزیر اعظم جیمز رامزے میکڈونلڈ (JAMES RAMSAY MacDONALD) پکار اٹھا کہ متحدہ ہندوستان کے لئے ''ہماری تمام کاوشوں پر اقبال شاعر نے پانی پھیر دیا ہے۔'' اگلے ہی روز ٹائمز آف لندن(TIMES OF LONDON) کے ادرایہ نے مشرق وسطیٰ ،ایران، افغانستان اور روسی سلطنت کے سرحدی علاقوں پر مشتمل ایک متحدہ اسلامی ریاست کے منصوبہ کا چرچا کیا۔

(ٹائم میگزین 13 اگست 2007ء)

(ترجمہ شہرام اقبال)

مصروفیات ماہ صیام اور جہاد

ماہ وسال رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ کے آئینے میں

ماہ صیام کی آمد آمد ہے اور اس بابرکت اور عظیم مہینے کی عبادات کی اہمیت ہر باعمل مسلمان پر واضح ہے۔ تاہم ہمارا عام تصور یہ ہے کہ اس ماہ میں اپنی مصروفیات ________ اور ہو سکے تو ہر طرح کے میل جول کو منقطع کر کے بس دن رات عبادت میں لگے رہنا ہی شاید اس ماہ صیام کا حق ادا کرنا ہے اور اس کی وجہ شاید یہ بھی ہے کہ ہم عام طور پر فضائل رمضان المبارک میں احادیث نبوی ﷺ اور تفصیلات ہی وہ بیان کرتے ہیں جو اسی مزاج کی حامل بھی ہیں اور اسی سوچ کو پختہ تر کرنے والی ہیں ہمارے ہاں گذشتہ پانچ چھ سو سال کے بزرگان دین کے تذکروں میں جو نقشہ ماہ صیام کی مصروفیات کا سامنے آتا ہے وہ ایسا ہی ہے کہ بس اسلاف کا طریقہ یہ ہے کہ اس ماہ ہر قسم کا سفر ترک کر دیا جائے اور عوام سے میل ملاقات میں وقت لگانے کی بجائے بس عبادات الٰہی اور نیکی کرنے میں وقت گزارا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن مجید کے سیاق کلام میں دیکھیں تو یہاں عبادت صوم اور ماہ صیام کی مصروفیات اور تفصیلات کے بیان والے رکوع سے چند رکوع پہلے حضرت ابراھیم علیہ السلام کا تذکرہ ہے اور ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ________ تعمیر کعبہ کا ذکر ________ اور پھر عظیم المرتبت دعا کا ________ جس کی قبولیت میں تو اگرچہ 2500 سال لگ گئے مگر کامل اور اکمل ترین نبی، بلند پایہ رسول اور ختم المرسلین حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔

بقول حالی ؎

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا　　دعائے خلیل اور نوید مسیحاؑ

پھر آپ ﷺ کی مدنی زندگی کے آغاز پر ہی اسی بیت اللہ کی تولیت کی ________ ''حق بحقدار رسید'' کے مصداق ________ سپردگی یعنی تحویل قبلہ کا تذکرہ ہے اور اس کی آئندہ مسلمانوں کی زندگی میں مرکزی اہمیت کا ________ کہ روز نماز پنجگانہ کے لئے تم مسلمانو جہاں کہیں بھی ہو تمہیں اس قبلہ کی طرف رخ کرنا ہوگا۔

اس اہم ہدایت کی بعد شان رسالت مآب ﷺ کا ذکر ہے کہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے تم حقیقت سے واقف نہیں تھے یہ آپؐ کی شان اقدس کہ آپ ﷺ انہیں وہ باتیں عام انداز میں سکھا رہے ہیں جو یہ جانتے نہیں تھے۔ اور اس شاندار تذکرے کے ساتھ ہی صبر اور صلوٰۃ کا ذکر ہے ________ بالواسطہ جنگوں اور کفار سے مقابلے کا ذکر ہے اور اس راہ میں شہادت کے اعلیٰ مقام کا ذکر ہے کہ شہید تو زندہ ہوتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو۔

اس پس منظر میں بات یہود کے تذکرے سے ہوتی ہوئی آیات الٰہی اور غلط قیادتوں اور ائمہ المضلون کی ملمع سازیوں کے حوالے کے بعد شیطان کے ذکر پر آتی ہے حلال وحرام اور یہود کے انکار قرآن مجید پر رکوع ختم ہوتا ہے۔

اب یہاں ''نیکی کی حقیقت'' کا تذکرہ ہے یہود کی معہود ذہنی کی نفی ________ کہ مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنا ہی کل نیکی نہیں بلکہ نیکی تو اللہ اور آخرت کو اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت محمد ﷺ کے ماننے میں ہے اور آپ ﷺ جو نیکی کا تصور لائے ہیں اس میں جہاد اور قتال ہی نیکی کی اعلیٰ شکل ہے جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی تفصیلی روایت جو سفر تبوک سے متعلق ہے سامنے آتی ہے۔

بعد ازاں اسی جہاد سے پیدا شدہ مسائل یعنی شہادتوں کے بعد وراثت اور دیگر تفصیلات کے بعد روزے کی فرضیت اور اس کے احکام اور حکمتیں مذکور ہیں اور اس رکوع میں روزے کی عبادت کے ساتھ تجرد کی زندگی کی تخفیف اور متاہل زندگی کی بلند شان کا اشارہ ہے اور ساتھ ہی کسب حلال اور اکل حلال کا ذکر ہے۔ اس رکوع کے بعد حج اور ساتھ ہی پھر جنگ کا ذکر ہے۔ گویا قرآن مجید میں سیاق وسباق جہاد، جنگ اور اس کے متعلقہ مسائل ہی کے درمیان ماہ

صیام کا ذکر ہے اوراس ماہ کی فضیلت اور قرآن مجید کی فضیلت کا ذکر ہے۔اب تک کی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ روزہ ایک تربیت ہے اور قرآن مجید کا تراویح میں سننا ایک روحانی ترقی کا ذریعہ ہے مگر سوال یہ ہے کہ یہ ساری محنت مشقت کس مقصد کے لئے ہے؟ یہ تیاری آئندہ کن مشکل مراحل کی طرف اشارہ کر رہی ہیں؟ ـــــــــــ اس استخراج کی کوشش راقم خود اپنے ناقص ذہن سے کریگا تو ایک ناپاک جسارت اور چھوٹا منہ اور بڑی بات ہو گی جس کا راقم اپنے دین وایمان کی حفاظت کی خاطر سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔کہ دینی معاملات میں کوئی بات خیر القرون سے ہٹ کر یا بلا دلیل کی جائے۔

آیئے ـــــــــــ اس ساری بحث کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے سیرت النبی ﷺ کے ماہ سال اور رسالت مآب ﷺ کے پیغمبرانہ کارناموں کی روشنی میں دیکھتے ہیں یعنی دیکھتے ہیں کہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے رمضان المبارک کیسے گزارے اور آپ ﷺ کے ساتھیوں یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپؐ کی معیت اور اتباع میں یہ وقت کیسے صرف کیا۔

یہ بات طے ہے کہ رمضان المبارک کے روزے 2ھ میں فرض ہوئے اور اس کے احکام دو تین سالوں میں سے مکمل ہوئے جیسا کہ قرآن مجید میں سورۃ بقرہ کا رکوع 23 خود اشارہ کر رہا ہے کہ اس کی آیات میں زمانہ نزول کا فصل موجود ہے۔

اب 2ھ کے رمضان المبارک سے آپ ﷺ کے وصال مبارک تک یعنی ربیع الاول 11ھ تک 9 ماہ صیام آپؐ کی حیات طیبہ میں آئے ہیں۔یہ 9 ماہ صیام آپؐ نے کیسے اور کن حالات میں گزارے اور اپنے ساتھیوں (رضی اللہ عنہم) کی کیا تربیت فرمائی اور کیا پیغام دیا؟ وہ سیرت النبی ﷺ کی کتابوں کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔

رمضان المبارک 2ھ

یہ پہلا ماہ صیام ہے بڑے ذوق وشوق سے مدینہ منورہ میں اس عبادت کا آغاز ہوا، اہتمام کیا گیا۔ساتھ ہی مکہ میں جو وادی نخلہ میں مہم حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روانہ کی تھی اور ان کے ہاتھوں یکم رجب 2ھ کو ایک کافر مارا گیا اس کے اثرات اور ردّعمل مکے

میں جاری تھا اور نبی اکرم ﷺ اس پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے (حضرت) ابوسفیان کی زیر قیادت جو قافلہ ملک شام جا رہا تھا جمادی الاول 2ھ (مطابق نومبر 625ء) میں اس کے تعاقب کے لئے ایک مہم روانہ کر چکے تھے۔

اب وہ قافلہ بھی واپس آ رہا تھا اس کی اطلاعات تھیں اور قریش بھی جوش انتقام میں جل بھن کر جنگی تیاریوں میں مصروف تھے کہ آپؐ نے رمضان المبارک کے دوسرے ہفتے میں 313 جانثاروں کو ساتھ لے کر نہایت قلیل تیاری کے ساتھ قافلے کا راستہ روکنے کا ارادہ کر کے مدینہ سے نکلے اور اس سفر میں ہی اللہ تعالیٰ نے فتح کا وعدہ فرمایا اور اپنی تدبیر سے اہل ایمان اور کافروں کو بدر پہنچا دیا جہاں اللہ تعالیٰ نے تاریخی فتح دے کر ''یوم بدر'' کو ''ایام اللہ'' میں سے اہم دن بنا دیا۔ یہ واقعہ 17 رمضان المبارک کا ہے۔ گویا یہ پہلا رمضان المبارک جنگ بدر کی پیش قدمی اور جنگ کے بعد کے حالات سے نپٹتے نپٹتے گزر گیا۔ مسلمانوں کی پہلی عید ــــــــ بدر کی شاندار کامیابی سورۃ روم میں موعود یہود نصاریٰ کی فتح کی خوش خبری کا مدینہ پہنچنا اور بدر کی فتح پر آس پاس کے علاقوں سے تہنیتی وفود کے جلو میں گزاری۔

عید آزاداں شکوہ ملک و دین عید محکوماں ہجوم مومنین

رمضان المبارک 3ھ

رمضان المبارک 3ھ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے مدینے میں گزارے اس دوران قریش کی سال بھر کی جنگی تیاریوں کی تکمیل کی اطلاعات آ رہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ اپنے اصحابؓ کے ساتھ مشوروں میں وقت گزار رہے تھے کہ یکا یک آپؐ کو ایک قاصد کے ذریعے مکہ سے 3000 ہزار افراد کے لشکر کی روانگی کی اطلاع ملی جو بھرپور تیاری کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے تحمل سے مشورے کئے اور دفاعی اور جنگی منصوبہ بندی فرمائی۔

عید الفطر اسی منصوبہ بندی میں گزاری قریش کا لشکر 6 شوال 3ھ کو مدینہ اترا۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ باہر نکل کر رات گزاری اور 7 شوال 3ھ کو جنگ اُحد کا دن ہے یہ دن یوں بھی بہت اہم ہے کہ آپ ﷺ زخمی ہوئے زمین پر گرے اور آپ ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوئے۔ اس جنگ میں 70 مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا جن میں حضرت حمزہ،

حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ انہیں حالات میں شوال 3ھ میں رسول اللہ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی فاطمہؓ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

رمضان المبارک 4ھ

شعبان 4ھ میں کفار کے عہد کے مطابق ایک معرکہ پیش آیا جسے غزوہ بدر دوم کہتے ہیں اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ واپسی پر رمضان کا ماہ مبارک آیا جو آپ ؐ نے مدینے میں گزارا۔

رمضان المبارک 5ھ

الرحیق المختوم کے مئولف مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کے بقول غزوہ احزاب شوال 5ھ میں پیش آیا تھا۔ دو تین ماہ قبل سے ہی قریش کی جنگی تیاریوں کی اطلاعات مدینہ پہنچ رہی تھیں۔ عرب بھر سے قریش کے حلیف (اتحادی) قبائل کے لشکر تیار تھے اور مدینہ پر حملہ کے منتظر۔ اس پس منظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا۔ یہ آپ ؐ کی ذاتی بصیرت کا شاہکار ہے۔ یہ خندق تقریباً 9 کلومیٹر لمبی تھی اور مسلمانوں نے نہایت جانفشانی سے اس کی کھدائی کی۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں شریک رہے سردی کا موسم تھا۔ ماہ رجب شعبان اور رمضان المبارک 5ھ کا ایک حصہ اسی تیاری میں گزر گیا۔ اور باقی رمضان المبارک۔ شوال کا مہینہ لشکر کی آمد اور حملہ کے خطرہ میں گزرا۔ شوال میں 28 دن یہ محاصرہ رہا تاہم کفار کا لشکر بغیر فتح کے نامراد لوٹ گیا۔ یہ مسلمانوں کے لئے بڑی کامیابی تھی۔ یہ رمضان المبارک بھی جنگی تیاریوں اور پہروں کے جلو میں اور جہاد کے ماحول میں گزرا۔

رمضان المبارک 6ھ

2 شعبان کو غزوہ بنی المصطلق کے لئے روانگی ہوئی اور اواخر شعبان میں واپسی، اسی غزوہ میں حضرت عائشہؓ پر قذف کا واقعہ پیش آیا جس سے 40 روز تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھریلو معاملات میں منافقین کے رویے کی وجہ سے سنگین کیفیت سے دوچار رہے۔ پورا رمضان المبارک اس طرح ظاہری طور پر ایک طرح کی بے سکونی میں گزارا۔

رمضان المبارک 7ھ

صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان عمرہ نہیں کر پائے تھے اس لئے قضائے عمرہ کے لئے 7ھ میں روانگی ہوئی۔ صلح کے بعد امن کا زمانہ رہا اور ہمارے نبی ﷺ نے مدینہ تشریف آوری کے بعد یہ پہلا رمضان المبارک ہے جو نہایت سکون کے ساتھ گزارا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو روزے کی برکات اور احکام سکھائے اور 130 صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک مہم کے لئے مقام میفعہ روانہ فرمایا!

رمضان المبارک 8ھ

رمضان المبارک کی آمد سے پہلے ہی حدیبیہ کا معاہدہ قریش کی بدعہدی کی وجہ سے ٹوٹ چکا تھا۔ حضرت ابوسفیان نے اس کی تجدید کی کوشش کی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان سے ملاقات ہی نہیں فرمائی۔ حضرت ابوسفیان کی واپسی کے بعد آپ ﷺ نے جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا اور تیاری کے بعد سفر کا آغاز کیا اور دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ کے باہر پڑاؤ ڈالا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے اور پھر نبی اکرم ﷺ مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے بغیر جنگ کے مکہ فتح ہوگیا۔ یہ واقعہ 29 رمضان المبارک 8ھ کا ہے 15 دن مکہ میں قیام رہا گویا اوائل رمضان المبارک سے ہی مکہ روانگی ہوگئی تھی۔ اور ماہ صیام جہاد اور جنگ کی کیفیات میں بسر ہوا۔

رمضان المبارک 9ھ

یہ ماہ صیام سفر تبوک میں صرف ہوا۔ آپ ﷺ نے پہلے اس جنگ کی تیاری فرمائی۔ نفیر عام دی 30,000 کا لشکر لے کر مقام تبوک روانہ ہوئے ایک ماہ جانے میں صرف ہوا۔ ایک ماہ کے لگ بھگ وہاں قیام رہا قیصر روم جنگ میں مقابلہ پر نہیں آیا۔ واپسی کا سفر رمضان المبارک میں ہوا۔ اور شوال کے اوائل میں مدینہ تشریف آوری ہوئی۔ یہ ماہ صیام پورا سفر جہاد میں گزرا۔

رمضان المبارک 10ھ

یہ ماہ صیام جو آپ ﷺ کی وفات سے تقریباً چھ ماہ پہلے آیا آپ ﷺ نے مدینہ میں گزارا اور چونکہ 8ھ اور 9ھ کے ماہ صیام میں آپ ﷺ مدینہ میں مقیم نہ ہونے کی وجہ سے اعتکاف نہیں کر سکے تھے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے پورے ماہ کا اعتکاف فرمایا۔ واللہ اعلم

خلاصہ کلام یہ ہے کہ!

1۔ یہ ماہ صیام مسلمانوں کی فوجی قسم کی جو ایک تربیت کرتا ہے اور روحانی برکات تو جو ہیں وہ ہیں ظاہری برکات میں سے بھی ڈسپلن اور نظم وضبط کا عادی بناتا ہے اس نظم وضبط کا ہدف اور استعمال کیا ہے؟ یہ آج کا عام مسلمان اور رہنمایانِ قوم نہیں سوچتے صوفیاء کرام اپنے مریدوں کی تربیت کر رہے ہیں مگر اس تربیت کا ہدف کیا ہے؟ یہ بات بھی بتانا اور عام کرنا ضروری ہے اس تربیت کا ہدف سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ تربیت میدان جہاد میں بھی دی اور سفر جہاد میں بھی دی اور روزے کی برکات کا صحیح مصرف اور صحیح استعمال سکھایا۔

2۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے مدنی دور میں 9 ماہ صیام آئے۔ جن میں رمضان 2ھ جنگ بدر میں اور رمضان 3ھ جنگ احد سے قبل کی تیاری میں صرف ہوگئے۔ رمضان 5ھ جنگ احزاب سے قبل خندق کی کھدائی اور جنگی تیاریوں میں گزرا۔ رمضان 6ھ غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر منافقین کی شرارت کے نتیجہ میں واقعہ افک کے پریشان کن حالات اور کرب میں گزرا۔ رمضان المبارک 8ھ فتح مکہ کے سفر اور فتح مکہ اور اس کے بعد جنگی انتظامات میں صرف ہوگیا۔ 9ھ کا ماہ صیام قیصر روم کے مقابلے میں جنگ کے لے لشکر کی روانگی قیام اور واپسی میں گزر گیا۔ صرف 4ھ، 7ھ ، 10ھ کے 3 ماہ صیام مدینے میں حالت امن میں گزرے۔

3۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسی ماہ کی عبادت کے نتیجے میں حاصل توانائی اور روحانی جذبے اور شوق کا اصل ہدف سوائے جہاد کے اور کچھ نہ تھا۔

4۔ کاش آج ہمارا اور ہمارے سارے مسلمان بھائیوں کا رمضان المبارک گزارنے اور اس کی برکات کے حصول کا ہدف ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے نقش قدم پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتباع میں جہاد کا شوق اور جذبہ اجاگر کرنا ہی ہو جائے تو شاید اس سے امت مسلمہ کی تقدیر بدل جائے۔

وما ذٰلك على الله بعزيز

ماہ رمضان المبارک
نیکیوں کا موسم بہار
احادیث مبارکہ کی روشنی میں

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰخِرَ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ

ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک خطبہ دیا

فَقَالَ یَاۤاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ شَھْرٌ مُبَارَکٌ

اوراس میں فرمایا اے لوگو! تم پر ایک عظمت والا اور برکت والا مہینہ سایہ افگن ہور ہا ہے

شَھْرٌ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ

اس مبارک مہینے کی ایک رات (شب قدر) ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

جَعَلَ اللّٰہُ صِیَامَہٗ فَرِیْضَۃً وَقِیَامَ لَیْلِہٖ تَطَوُّعاً

اس مہینے کے روزے اللہ تعالی نے فرض کئے اوراس کی راتوں میں کھڑے ہونے

(یعنی تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے۔

مَنْ تَقَرَّبَ فِیْہِ بِخَصْلَۃٍ مِنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ

جو شخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت

ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانے کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا۔

وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْہِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃًفِیْمَا سِوَاہُ

اوراس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانے کے ستر فرضوں کے برابر ہے۔

وَهُوَ شَهرُ الصَّبرِ وَالصَّبرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ

یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔

وَشَهرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهرٌ يُزَادُفِيهِ رِزقُ الْمُؤمِنِ

یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے اور اس مہینے میں مؤمن کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

مَنْ فَطَّرَ فِيهِ صَائِماً كَانَ لَهُ مَغفِرَةٌ لِّذُنُوبِهِ وَعِتقُ رَقَبَتِهِ مَنَ النَّارِ

جس نے اس مہینے میں کسی روزے دار کو افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا۔

وَكَانَ لَهُ مِثلُ اَجرِهِ مِنْ غَيرِ اَن يُنتَقَصَ مِنْ اَجرِهِ شَئٌ

اور اس کو روزے دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اس کے کہ روزے دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔

قُلْنَايَارَسُولَ اللّٰهِ لَيسَ كُلُّنَا يَجِدُ مَا يُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ

ہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول ہم میں سے ہر ایک کو روزے دار کو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ

آپ ﷺ نے فرمایا

يُعطِى اللّٰهُ هٰذا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِماً عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ شَربَةً مِنْ مَاءٍ

اللہ تعالی یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی لسی پر یا پانی کے ایک گھونٹ پر کسی روزے دار کا روزہ افطار کروادے۔

وَمَنْ اَشبَعَ صَائِماً سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوضِي شَربَةً لَا يَظمَأُ حَتّٰى يَدخُلَ الْجَنَّةَ

اور جو کوئی کسی روزے دار کو پورا کھانا کھلادے اس کو اللہ تعالی میرے حوض سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے۔

وَ هُوَ شَهرٌ اَوَّلُهُ رَحمَةٌ وَ اَوسَطُهُ مَغفِرَةٌ وَاٰخِرُهُ عِتقٌ مِّنَ النَّارِ

اور اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ

دوزخ کی آگ سے آزادی ہے۔

وَمَنُ خَفَّفَ عَنُ مَمُلُوُكِهٖ فِيُهِ غَفَرَاللّٰهُ لَهٗ وَاَعُتَقَهٗ مِنَ النَّارِ

اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام کے کام میں تخفیف کردے گا اللہ تعالی اس کی مغفرت فرمادے گا اور اس کو دوزخ سے آزادی دے گا۔

(رواه البيهقى فى شعب الايمان)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَن صَامَ رَمَضَانَ اِيمَاناَ وَاحتِسَاباَ غُفِرلَه' مَاتَقَدَّمَ مِن ذَنبِه

''جولوگ رمضان کے روزے ایمان واحتساب کے ساتھ رکھیں گے ان کے سب گزشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے''۔

وَمَن قَامَ رَمَضانَ اِيمَاناَ وَاحتِسَاباَ غُفَرَلَه' مَاتَقَدَّمَ مِن ذَنبِه

''اور ایسے ہی جولوگ ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان کی راتوں میں نوافل (تراویح وتہجد) پڑھیں گے ان کے بھی سب پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے''۔

وَمَن قَامَ لَيلَةَ القَدرِ اِيمَاناَ و احتِسَاباَ غُفِرَ لَه' مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِهِ

''اوراسی طرح جولوگ شب قدر میں ایمان واحتساب کے ساتھ نوافل پڑھیں گے ان کے بھی سارے پہلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

(متفق علیہ عن ابی ھریرہؓ)

(نوٹ) اس حدیث میں رمضان کے روزوں، اس کی راتوں کے نوافل اور خصوصیت سے شب قدر کو پچھلے گناہوں کی مغفرت اور معافی کا وسیلہ بتایا گیا ہے بشرطیکہ یہ روزے اور نوافل'' ایمان اور ایمان و احتساب کے ساتھ ہوں ________ ایمان و احتساب خاص دینی اصطلاحیں ہیں اور ان کا مطلب یہ ہے کہ جو نیک عمل کیا جائے اس کی بنیاد اور اس کا محرک صرف

اللہ اور رسول کو ماننا اور اس کے وعدہ، وعید پر یقین لانا اور ان کے بتائے ہوئے اجر وثواب کی طمع اور امید ہی ہو، کوئی دوسرا جذبہ اور مقصد اس کا محرک نہ ہو۔ (ماخوذ از معارف الحدیث)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

كُل عَمَلَ اِبنِ اٰدَمَ يَضَاعَفَ الحَسنَةَ بِعَشرِ امثَالِهَا اِلىَ سَبعَمَائةَ ضِعفِ

آدمی کے ہر اچھے عمل کا ثواب دس گنا سے سات سو گناہ تک بڑھایا جاتا ہے

قال الله تعالىٰ الا الصوم

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ روزہ اس عام قانون سے مستثنیٰ (اور بالاتر) ہے''

فَاَنَّه لِى وَاَنَا اَجزِى بِه

'' کیونکہ روزہ (بندہ کی طرف سے) خاص میرے لئے تحفہ ہے اور میں ہی (جس طرح چاہوں گا) اس کا اجر وثواب دوں گا۔

يَدَ عُ شَهوتَه وَطَعَامَه' مِن اَجلِى

میرا بندہ میری رضا کے واسطے اپنی خواہش نفس اور اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے''۔

لِلصائم فَرحتَانَ

''روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں''۔

فَرحةَ عِندِ فِطره ___ و___ فَرحَةَ عِندَ لِقاَءَ رَبَّه

''ایک خوشی روزہ افطار کرنے کے وقت ___ اور ___ دوسری خوشی اپنے رب کی ملاقات کے وقت''۔

وَالصَّيَامُ جُنَّةُ

''اور روزہ (دنیا میں نفس وشیطان کے حملوں سے بچاؤ کیلئے اور آخرت میں دوزخ کے عذاب سے بچاؤ کیلئے) ڈھال ہے''۔

وَاِذا كَانَ يَومَ صَومِ اَحَدِكُم

"اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو"

فَلَا یَرفَث وَلَا یَصخَب۔

"تو وہ بیہودہ اور فحش باتیں نہ کرے اور نہ ہی شور وغل کرے"

فَاَن سَابّہ اَحَدَ اَو قَاتَلَہ' فَلیَقُل اِنّی اَمرَا صَائمُ

"اور اگر کوئی دوسرا اس سے گالی گلوچ یا جھگڑا کرے تو کہہ دے کہ میں روزے دار ہوں" (متفق علیہ عن ابی ھریرہؓ)

(نوٹ) اس حدیث پاک کی آخری ہدایت میں اشارہ ہے کہ مذکورہ بالا جو خاص فضیلتیں اور برکتیں بیان کی گئی ہیں یہ انہی روزوں کی ہیں جن میں شہوتِ نفس اور کھانے پینے کی علاوہ گناہوں سے حتیٰ کہ بری اور ناپسندیدہ باتوں سے بھی اجتناب کیا جائے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم!

مَن لَم یَدعَ قَولَ الزّورَ وَالعَمَلَ بِہ

"جو آدمی (روزہ رکھتے ہوئے) باطل کلام اور باطل کام نہ چھوڑے"

فَلَیسَ لِلّٰہِ حَاجَۃَ اَن یَدَعَ طَعَامَہ' وَشَرَابَہ

"تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں

(رواہ بخاری عن ابی ھریرہؓ)

قَالَ رَسُولُ الله صلى الله عليه وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا کَانَ لَیلَۃُ الُقَدر

جب شب قدر ہوتی ہے۔

نَزَلَ جبرَئیل علیہ السلام فی کُبکُبَۃٍ من الملائکۃِ

تو حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں نازل ہوتے ہیں

یُصَلُّونَ علی کل عَبدٍ قائمٍ اَوُ قَاعِدٍ یَذُکُرُاللہَ عزوجلّ

ہراس بندے کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں جو کھڑا یا بیٹھا اللہ کے ذکر وعبادت میں مشغول ہوتا ہے

(رواه بيهقى فى شعب الايمان عن انس رضى الله عنه)

اعتکاف کی فضیلت

عن عبدالله ابن عباس رضى الله عنهما

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ

رسول الله صلى الله عليه وسلم قَالَ فِى الْمُعْتَكِفِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ

هو يَعْتَكِفُ الذُّنوبَ

وہ (مسجد میں ہی رہنے کی وجہ سے) گناہوں سے بچا رہتا ہے۔

وَيَجْرِىْ لَهٗ مِنْ الْحَسَناتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا

اوراس کے لئے نیکیوں کا حساب ساری نیکیاں کرنے والے بندے کی طرح جاری رہتا ہے۔

(رواه ابن ماجه)